ربیع الاول ۱۴۳۵ھ
جنوری ۲۰۱۴ء

بانی

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ
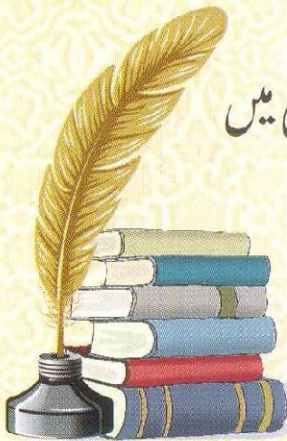
- عورت کے ایام مخصوصہ میں ہمبستری کا حکم
- نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات کا تذکرہ صحیح روایات کی روشنی میں
- امام محمد بن وضاح القرطبی رحمہ اللہ
- حدیث: ''تلزم جماعة المسلمین و امامهم'' اور رجسٹرڈ فرقہ
- سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی فضیلت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف

جامعہ اہل الحدیث حضرو ضلع اٹک عرصہ دراز سے محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی زیر نگرانی دینِ حنیف کی خدمت میں مصروف عمل رہا ہے۔ جامعہ سے اب تک بیسیوں حفاظ، علماء اور محققین فیض یاب ہو چکے ہیں جو ملک و بیرون ملک دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ جامعہ ہذا محدث العصر رحمہ اللہ کی وفات کے بعد اسی منہج کے مطابق علمی فروغ کے لئے کوشاں ہے۔

ادارے میں درج ذیل شعبہ جات قائم ہیں

تحفیظ القرآن: کم سے کم مدت میں پختہ منزل کے ساتھ قرآن مجید حفظ کرایا جاتا ہے اور بچوں کی تربیت کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ یہ شعبہ ماہر اساتذہ کی نگرانی میں کامیابی کی طرف گامزن ہے۔

تجوید القرآن: امسال اس کا باقاعدہ اجراء کیا جا رہا ہے جس میں اصول تجوید کے مطابق مشق، حدر اور منزل پختہ کرانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

درسِ نظامی: چھ سالہ کورس، وفاق المدارس السلفیہ کے نصاب کے عین مطابق ہے۔ عصری علوم کا ذوق رکھنے والے ذہین و فطین طلباء کی بھرپور حوصلہ افزائی اور مکمل راہنمائی کی جاتی ہے۔

جامعہ عائشہ للبنات: جس میں طالبات کی تعلیم و تربیت کے لئے چار سالہ درس نظامی کا کورس ہے۔

تحقیق و تصنیف: اس شعبے میں اہم موضوعات پر کتاب وسنت کی روشنی میں تحقیق و تنقیح کے بعد کتابیں تصنیف کی جاتی ہیں جو ایک عرصے سے خوش اسلوبی کے ساتھ یہ فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔

لائبریری: ملک کی چند اہم اور بڑی لائبریریوں میں اس کا شمار ہوتا ہے جس میں حدیث، تفسیر، اسماء الرجال، تاریخ، ادب اور دیگر کئی موضوعات پر نادر کتب موجود ہیں۔ جگہ کی تنگی کے باعث لائبریری کو مزید وسعت دی جا رہی ہے، دوسرے فلور کی تعمیر کا آغاز عنقریب ہو رہا ہے جو یقیناً احباب کی توجہ کا حامل پروجیکٹ ہے۔ بعض موضوعات پر ریسرچ کرنے کے لئے دور دراز سے آنے والے ریسرچرز کی رہائش اور کھانا ادارے پر ہی ہے۔

دار الافتاء: روز مرہ زندگی میں پیش آنے والے مسائل کا حل کتاب وسنت کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔ خط کتابت، انٹرنیٹ اور فون کے ذریعے سے سوالات کے تسلی بخش جوابات دیے جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں بعض حضرات بنفس نفیس حاضر ہوتے ہیں اور قلبی اطمینان کے بعد واپس جاتے ہیں۔

مجلہ اشاعۃ الحدیث

خالص کتاب وسنت کی دعوت پر مبنی ہے جو عرصہ دس (۱۰) سال سے مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ متلاشیانِ حق کے لئے مشعل راہ ہے اور بے شمار لوگ اس کے ذریعے سے دعوتِ حق قبول کر چکے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس رسالے کو ہر سو عام کیا جائے اور اس کی مسلسل اشاعت کے لئے بھرپور تعاون کیا جائے

حافظ شیر محمد
مدیر الجامعہ، حضرو ضلع اٹک
Contact No. 0300-5288783 رابطہ نمبر

Acount No: 0120022544 اکاؤنٹ نمبر
Branch Code: 0105 برانچ کوڈ
Allied Bank Hazro الائیڈ بینک حضرو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

113

ماھنامہ

اشاعة الحدیث

حضرو

جلد: 11 | ربیع الاول ۱۴۳۵ھ جنوری ۲۰۱۴ء | شمارہ: 1

اس شمارے میں

فی شمارہ: 25 روپے
سالانہ: 400 روپے
مع محصول ڈاک پاکستان

مکتبة الحدیث
حضرو ضلع اٹک

ناشر: حافظ شیر محمد الاثری
0300-5288783

مکتبة الحدیث
حضرو ضلع اٹک

0301-8556571

عورت کے ایام مخصوصہ میں ہمبستری کا حکم

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ط قُلْ هُوَ اَذًى لا فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ لا وَ لَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ج فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ﴾ اور وہ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں، آپ کہہ دیجیے: وہ گندگی ہے، چنانچہ تم حالتِ حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور ان سے قربت (جماع) نہ کرو یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں، پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو تم ان کے پاس آؤ جہاں سے اللہ نے تمھیں حکم دیا، یقیناً اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ (البقرۃ:۲۲۲)

فقہ القرآن

☆ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہود میں سے جب کسی عورت کو حیض آتا تو وہ نہ اسے اپنے ساتھ کھلاتے اور نہ اس کے ساتھ گھروں میں رہتے تھے۔ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ط...﴾ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جماع کے علاوہ ہر کام کرو۔

(صحیح مسلم:۳۰۲[۶۹۴])

☆ حالتِ حیض میں عورت کے ساتھ ہمبستری (جماع) حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی کاہن کے پاس گیا جو غیب کی خبریں دیتا ہو اور پھر اس کی تصدیق کی یا اپنی بیوی کے پاس اس کے ایام حیض میں گیا، یا اس کی دبر میں مباشرت کی تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ دین سے بری ہوا۔ (سنن ابی داود:۳۹۰۴، سنن الترمذی:۱۳۵، سنن ابن ماجہ:۶۳۹، وھو حسن)

☆ ''الگ رہنے اور قربت اختیار نہ کرنے'' سے مراد جماع ہے۔ (دیکھئے تفسیر طبری ۲/ ۲۲۵، ۲۲۶)

اس کے علاوہ عورت کے ساتھ کھانا پینا، رہنا سہنا اور تمام وہ امور سر انجام دیے جا سکتے

ہیں جو عام روزمرہ زندگی میں پیش آتے ہیں۔

تنبیہ: جن احادیث میں حالتِ حیض میں مباشرت کا ذکر ہے، وہاں مباشرت سے مراد جماع نہیں ہے بلکہ ان کے ساتھ بیٹھنا، لیٹنا یا پھر بوس و کنار ہے۔

عبداللہ بن سعد الانصاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ جب میری بیوی ایام حیض میں ہو تو میرے لئے اس سے کیا حلال ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ما فوق الإزار)) ازار سے اوپر اوپر۔ (سنن ابی داود: ۲۱۲، وسندہ حسن)

☆ جدید سائنس بھی اس بات کی معترف ہے کہ ایام حیض میں عورت سے ہمبستری کرنا مختلف قسم کی بیماریوں کا ذریعہ ہے۔

☆ اسلام عورت کی تکریم و تعظیم کا درس دیتا ہے اور یہی وہ دین ہے جس نے عورت کو عزت و مرتبت کے ساتھ وہ خاص مقام عطا کیا جو کسی دوسرے دین میں ناپید ہے۔

☆ ''تم ان کے پاس آؤ جہاں سے اللہ نے تمھیں حکم دیا'' سے مراد فرج (جائے مخصوصہ) میں اور ایام طہارت میں جماع کرنا ہے۔ دیکھئے تفسیر طبری (۲/ ۴۳۶)

☆ طہارت سے مراد عورت کا ایام مخصوصہ کے بعد غسل کر لینا ہے۔ امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا: ''(جمہور) علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب حیض کا خون رک (بھی) جائے تو عورت مرد کے لئے حلال نہیں حتیٰ کہ وہ پانی سے غسل کر لے یا عذر کی بنا پر تیمم کر لے۔''

(تفسیر ابن کثیر ۱/ ۳۳۹ و نسخہ اخریٰ ۱/ ۵۸۸)

امام طحاوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ہمارے علم کے مطابق اس تفسیر میں اہل علم کے درمیان کوئی اختلاف نہیں، اور خون کا رُک جانا بذاتِ خود پاکی نہیں کیونکہ (خون رکنے سے) اگرچہ وہ حیض سے نکل چکی ہے، لیکن اس کے خاوند کے لئے اس سے جماع جائز نہیں، نیز نماز پڑھنا اور بیت اللہ کا طواف کرنا بھی اس کے لئے جائز نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وہ پانی سے غسل کر لے یا پانی نہ ملنے کی صورت میں مٹی سے تیمم کر لے اور یہی معنی ﴿حتی یطھرن﴾ کا ہے۔'' واللہ اعلم۔ (احکام القرآن للطحاوی ۱/ ۱۲۷)

☆ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس شخص پر بھی توبہ واستغفار ہے جو خونِ حیض رکنے کے بعد اور غسل سے پہلے جماع کر لے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۱/۳۱۹)

☆ گناہوں سے تائب ہونے والے اور پاک صاف رہنے والے لوگ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ ہیں، لہٰذا معلوم ہوا کہ معصیت و نافرمانی کی دلدل میں پھنسے ہوئے اور سالہا سال غسل نہ کرنے والے ولی اللہ نہیں ہو سکتے۔

☆ اگر کوئی شخص نادانستہ طور پر ایامِ حیض میں جماع کر بیٹھے تو کیا اس پر کفارہ ہے؟ اس سلسلے میں درج ذیل روایات پیش کی جاتی ہیں:

① سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو ایامِ حیض میں اپنی بیوی سے جماع کرتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایک دینار یا آدھا دینار صدقہ کرے۔ (سنن ابی داود: ۲۶۴، سنن ابن ماجہ: ۶۴۰)

یہ روایت سنداً ضعیف ہے کیونکہ اس میں حکم بن عتیبہ مدلس ہیں اور سماع کی صراحت نہیں۔

② سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر شوہر اپنی بیوی کے پاس خونِ حیض کے ابتدائی دنوں میں آئے تو ایک دینار (صدقہ کرے) اور اگر خون رُک جانے کے ایام میں آئے تو آدھا دینار دے۔ (سنن ابی داود: ۲۶۵، السنن الکبریٰ للبیہقی ۱/ ۳۱۸)

اس روایت کی سند بھی ضعیف ہے کیونکہ ابوالحسن الجزری مجہول الحال راوی ہے۔ ہمارے علم کے مطابق کفارے کے بارے میں کوئی مرفوع و موقوف روایت ثابت نہیں ہے۔ واللہ اعلم

راجح موقف: اس سلسلے میں راجح بات یہ ہے کہ ایسی غلطی کا مرتکب شخص توبہ واستغفار کرے اور یہی جمہور سلف صالحین کا مسلک ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" و قول الجمهور أنه لا شئ في ذلك بل يستغفر الله عز وجل."

جمہور کے نزدیک اس مسئلے میں کوئی چیز (کفارہ) نہیں ہے بلکہ وہ اللہ عزوجل سے استغفار کرے۔ (تفسیر ابن کثیر ۲/۳۰۲ و نسخہ اخریٰ ۱/۳۲۹)

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی ایسے شخص کے لئے استغفار ہی ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۱/ ۳۹۱)

تحقیق وتخریج: حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

ترجمہ وفوائد: حافظ ندیم ظہیر

قارئین کرام! محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے مشکوٰۃ کی تحقیق وتخریج ''اضواء المصابیح فی تحقیق مشکوٰۃ المصابیح'' کے نام سے تقریباً بارہ (۱۲) سال پہلے مکمل کر لی تھی۔ جب ماہنامہ الحدیث کا اجراء کیا گیا تو اس کا ترجمہ مع فوائد کا سلسلہ بھی شروع کر دیا، لیکن ابھی ۴۴۴ احادیث کا ترجمہ اور ان کے فوائد قلمبند کر پائے تھے کہ ہمیں آپ کے علمی سائے سے محروم ہونا پڑا اور آپ ۵/محرم الحرام ۱۴۳۵ھ کو اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ اللّٰھم اغفر له وارحمه

مَیں اپنے آپ کو علمی طور پر اس کا اہل نہیں سمجھتا کہ ''مشکوٰۃ المصابیح'' کا ترجمہ وفوائد لکھوں، لیکن شیخ محترم رحمہ اللہ نے جس محبت وشفقت سے ہماری تعلیم وتربیت کی ہے اس کا تقاضا ہے کہ اس مشن کو آگے بڑھایا جائے یا کم از کم رکنے نہ دیا جائے۔ اسی سوچ کے پیش نظر اور بعض احباب کی حوصلہ افزائی سے اس فقیر الی اللہ تعالیٰ نے ہمت کر لی ہے۔ میرا اللہ مجھے توفیق واستقامت عطا فرمائے۔ آمین [ندیم ظہیر]

۴۴۵: وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَتَوَضَّأُ بَعْدَ الْغُسْلِ. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ وَابْنُ مَاجَه.

سیدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غسل کے بعد وضو نہیں کرتے تھے۔ اسے ترمذی (۱۰۷) ابوداود (۲۵۰) نسائی (۱/ ۱۳۷ ح ۲۵۳) اور ابن ماجہ (۵۷۹) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

ابواسحاق مدلس ہیں اور ان الفاظ میں سماع کی صراحت نہیں ہے۔

٤٤٦: وَعَنْهَا، قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَغْسِلُ رَأْسَهُ بِالْخِطْمِيِّ وَهُوَ جُنُبٌ يَجْتَزِئُ بِذٰلِكَ، وَلَا يَصُبُّ عَلَيْهِ الْمَآءَ. رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ.

اور انھی (سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ اپنا سر خطمی (ایک بوٹی) سے دھولیا کرتے تھے، جبکہ آپ جنبی ہوتے تھے۔ آپ اسی پر کفایت کرتے اور اس پر (مزید) پانی نہیں بہاتے تھے۔ اسے ابوداود (۲۵۶) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

رجل من بني سواءة مجہول راوی ہے۔

٤٤٧: وَعَنْ يَعْلٰى قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَأٰى رَجُلًا يَغْتَسِلُ بِالْبَرَازِ، فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ، فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: ((اِنَّ اللّٰهَ حَيِيٌّ سِتِّيْرٌ يُحِبُّ الْحَيَاءَ وَالتَّسَتُّرَ فَاِذَا اغْتَسَلَ اَحَدُكُمْ، فَلْيَسْتَتِرْ.))

رَوَاهُ اَبُوْدَاوُدَ وَالنَّسَائِيُّ. وَفِيْ رِوَايَتِهٖ، قَالَ: ((اِنَّ اللّٰهَ سِتِّيْرٌ، فَاِذَا اَرَادَ اَحَدُكُمْ اَنْ يَغْتَسِلَ فَلْيَتَوَارَ بِشَيْءٍ.))

سیدنا یعلیٰ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو کھلی جگہ (برہنہ حالت) میں غسل کرتے دیکھا تو آپ منبر پر چڑھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی، پھر فرمایا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ حیا والا اور پردہ پوش ہے، وہ حیا اور پردہ پوشی کو پسند کرتا ہے، لہٰذا جب تم میں سے کوئی غسل کرنے لگے تو پردہ کرلے۔'' اسے ابوداود (۴۰۱۲) اور نسائی (۱/۲۰۰ ح۴۰۶) نے روایت کیا ہے۔

اور اس (نسائی: ۴۰۷) کی ایک روایت میں ہے: ''یقیناً اللہ تعالیٰ پردہ پوش ہے، جب تم میں سے کوئی غسل کا ارادہ کرلے تو وہ کسی چیز کی اوٹ میں چھپ جائے۔''

تحقیق الحدیث: یہ حدیث صحیح ہے۔

عطاء اور یعلیٰ رضی اللہ عنہ کے درمیان صفوان بن یعلیٰ ہیں۔ جیسا کہ میں نے اپنی کتاب نیل المقصود (۱۸۱۹) میں واضح کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

١: " الحيي اور الستیر " اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں سے ہیں، لہٰذا کسی خودساختہ تاویل کے بغیر ان پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔

٢: کھلے میدان میں برہنہ ہوکر نہانا ممنوع ہے۔ یہ بے حیائی ہے اور شرم وحیا کے منافی بھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((**الحياء من الإيمان**)) حیا ایمان میں سے ہے۔
(صحیح بخاری: ٢٤، صحیح مسلم: ٣٦)

٣: نبی کریم ﷺ پردہ کر کے غسل فرماتے تھے۔
دیکھئے صحیح بخاری (٢٨٠، ٢٨١) صحیح مسلم (٧١٩) وغیرہ

٤: تنہائی یا غسل خانے میں بھی بہتر اور افضل یہی ہے کہ کپڑا باندھ کر غسل کیا جائے۔
ایک طویل حدیث میں سیدنا معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انھوں نے فرمایا:
میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جب ہم میں سے کوئی اکیلا ہو تو (پھر عریاں ہونے کا) کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا: ((**الله أحق أن يستحيي منه من الناس**))
''لوگوں کی نسبت اللہ تعالیٰ زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔''

(سنن ابی داود: ٤٠١٧، سنن الترمذی: ٢٧٩٤ وسندہ حسن)

امام بخاری رحمہ اللہ نے مذکورہ حدیث پر درج ذیل باب قائم کیا ہے:
''باب من اغتسل عريانًا وحده في الخلوة و من تستّر فالتّستّر أفضل'' باب: جس نے تنہائی میں برہنہ ہوکر غسل کیا اور جس نے ستر (کپڑا باندھ کر) کیا تو ستر (کپڑا باندھ کر غسل کرنا) افضل ہے۔ (صحیح بخاری قبل حدیث: ٢٧٨)

٥: غیر شرعی امور دیکھ کر انھیں نظرانداز کرنے کی بجائے فوراً تنبیہ کرنی چاہیے۔

٦: خطبات جمعہ کے علاوہ بھی وعظ ونصیحت منبر پر کی جاسکتی ہے۔

٧: وعظ ونصیحت سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنا مسنون ہے۔

٨: اللہ تعالیٰ کو حیا اور پردہ پوشی پسند ہے۔

الفصل الثالث

٤٤٨: عَنْ أُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ قَالَ: إِنَّمَا كَانَ الْمَآءُ مِنَ الْمَآءِ رُخْصَةً فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ، ثُمَّ نُهِيَ عَنْهَا. رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ وَالدَّارِمِيُّ.

سیدنا ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: پانی (غسل) پانی (انزال کی وجہ) سے ہے۔ ابتدائے اسلام میں اس کی اجازت تھی، پھر اس سے منع کر دیا گیا۔ اسے ترمذی (۱۱۰) ابوداود (۲۱۴) اور داری (۱/۱۹۴ ح ۷۶۵) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: یہ حدیث صحیح ہے۔

اس حدیث کو ابن ماجہ (۶۰۹) اور ابن خزیمہ (۲۲۶) نے بھی بیان کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: حدیث: ((الماء من الماء)) "پانی (غسل) پانی (انزال کی وجہ) سے ہے۔" منسوخ ہے اور اس کی ناسخ وہ حدیث ہے جس میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إذا جلس بين شعبها الأربع و مس الختان الختان فقد وجب الغسل))

"جب (خاوند) اس (بیوی) کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے اور ختنہ ختنے سے مل جائے تو غسل واجب ہو گیا۔" (صحیح مسلم: ۳۴۹)

ایک روایت میں ہے: ((و إن لم ينزل)) "اگرچہ انزال نہ بھی ہو۔" (صحیح مسلم: ۳۴۸)

علامہ نووی نے اس حدیث پر یوں باب قائم کیا ہے: "باب : نسخ الماء من الماء ووجوب الغسل بالتقاء الختانين" (حدیث) "الماء من الماء" کے منسوخ ہونے اور (مرد وعورت کی) شرم گاہیں آپس میں ملنے سے غسل واجب ہونے کا بیان۔

۲: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب (مرد کی) شرمگاہ (عورت کی) شرمگاہ سے مل جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۸۷۔۸۸ ح ۹۵۶ وسندہ صحیح)

۳: امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا: "الماء من الماء" کا حکم ابتدائے اسلام میں تھا،

پھر یہ منسوخ کر دیا گیا.....اب جمہور علماء کے نزدیک (یہی حکم) ہے کہ جب آدمی اپنی بیوی سے جماع کرے تو ان دونوں (میاں بیوی) پر غسل واجب ہو گیا، اگرچہ دونوں کو انزال نہ ہو۔ (سنن الترمذی قبل حدیث:۱۱۲)

۴: امام احمد بن محمد المظفر الرازی رحمہ اللہ (متوفی ۶۳۱ھ) کے نزدیک "الماء من الماء" صحیح مسلم (۳۴۹) کی مذکورہ حدیث کی وجہ سے منسوخ ہے۔
دیکھئے الناسخ والمنسوخ فی الاحادیث (ص ۳۴)

۵: امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: و حدیث: ((الماء من الماء)) ثابت الإسناد وھو عندنا منسوخ " حدیث: الماء من الماء ثابت الاسناد ہے (لیکن) وہ ہمارے نزدیک منسوخ ہے۔ (الام ۸/۷۰۲)

۶: احادیث و آثار سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جب میاں بیوی کی شرم گاہیں آپس میں مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے، اگرچہ انزال نہ ہو، نیز حدیث: الماء من الماء منسوخ ہونے کی وجہ سے قابل حجت نہیں ہے۔

۴۴۹: وَعَنْ عَلِيٍّ قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: اِنِّي اغْتَسَلْتُ مِنَ الْجَنَابَةِ، وَصَلَّيْتُ الْفَجْرَ، فَرَاَيْتُ قَدْرَ مَوْضِعِ الظُّفُرِ لَمْ يُصِبْهُ الْمَآءُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لَوْ كُنْتَ مَسَحْتَ عَلَيْهِ بِيَدِكَ اَجْزَاَكَ)) رَوَاهُ ابْنُ مَاجَهْ. سیدنا علی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: میں نے غسل جنابت کر کے فجر کی نماز پڑھ لی، پھر مجھے ناخن کے برابر جگہ نظر آئی جہاں پانی نہیں پہنچا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم اس جگہ پر اپنا (گیلا) ہاتھ پھیر لیتے تو تمھیں کافی ہوتا۔'' اسے ابن ماجہ (۶۶۴) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند سخت ضعیف ہے۔

بوصیری نے کہا: " هذا إسناد ضعيف لضعف محمد بن عبيد الله العزرمي "
اور محمد بن عبید اللہ مذکور متروک ہے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۶۱۰۸)

۴۵۰: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَتِ الصَّلَاةُ خَمْسِينَ، وَالْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ سَبْعَ مَرَّاتٍ، وَغَسْلُ الْبَوْلِ مِنَ الثَّوْبِ سَبْعَ مَرَّاتٍ، فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَسْأَلُ، حَتّٰى جُعِلَتِ الصَّلَاةُ خَمْسًا، وَغُسْلُ الْجَنَابَةِ مَرَّةً، وَغَسْلُ الثَّوْبِ مِنَ الْبَوْلِ مَرَّةً. رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ.

(سیدنا عبداللہ) ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے، انھوں نے فرمایا: (پہلے) نمازیں پچاس اور غسل جنابت سات مرتبہ تھا۔ کپڑے سے (لگ جانے والا) پیشاب دھونا بھی سات بار تھا۔ رسول اللہ ﷺ مسلسل (اس بارے میں تخفیف کا) سوال کرتے رہے حتیٰ کہ نمازوں کو پانچ اور غسل جنابت اور پیشاب کی وجہ سے کپڑے کا دھونا ایک بار کر دیا گیا۔ اسے ابوداود (۲۴۷) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

ایوب بن جابر ضعیف راوی ہے۔ (تقریب التہذیب: ۶۰۷)

سرفراز خاں صفدر دیوبندی اور رائیونڈ

محمد نواز بلوچ صاحب لکھتے ہیں: ''وفات سے تقریباً چھ ماہ پہلے کی بات ہے۔ تلونڈی موسیٰ خاں مولوی نذیر صاحب سرگودھوی کی مسجد میں تبلیغی جماعت آئی، جس میں کچھ علماء بھی تھے۔ مولوی نذیر صاحب فرماتے ہیں کہ انھوں نے مجھ سے کہا کہ حضرت کی زیارت کیلئے چلیں، چنانچہ ہم حضرت کے پاس پہنچ گئے۔ ملاقات کے بعد علماء نے سند اجازت کا تقاضا کیا۔ حضرت شیخؒ نے ایک سے پوچھا کہاں سے فارغ ہے؟ اس نے کہا اکوڑہ خٹک سے۔ فرمایا اس کو سند دیدو۔ دوسرے سے پوچھا، اس نے کہا دارالعلوم کراچی سے۔ فرمایا اس کو سند دیدو۔ جب تیسرے سے پوچھا تو اس نے کہا رائیونڈ سے۔ فرمایا اس کو باہر نکال دو، اس کیلئے کوئی سند نہیں ہے اور پھر باہر نکلوا دیا۔''

(ذخیرۃ الجنان فی فہم القرآن جلد ۹ ص ۱۷۔ ۱۸)

رویتِ باری تعالیٰ کے بارے میں ایک مردود روایت کا قصہ

سوال سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی بیوی ام طفیل رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " **رأیت ربي فی المنام في صورة شاب موفر في خضر علیه نعلان من ذهب علی وجهه فراس من ذهب** " میں نے اپنے رب کو خواب میں ایک نوجوان کی شکل میں دیکھا جو بڑے بالوں والا اور سبز لباس میں تھا، اس نے سونے کے جوتے پہن رکھے تھے اور اس کے چہرے پر سونے کا فراس تھا۔ (دیکھئے امین الفتاویٰ ج ۱ ص ۸۔۹)

کیا یہ روایت صحیح ہے؟ (ایک سائل)

الجواب اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

" **عمرو بن الحارث أن سعید بن أبي هلال حدثه أن مروان بن عثمان حدثه عن عمارة بن عامر بن حزم الأنصاري عن أم الطفیل امرأة أُبي بن کعب قالت ..** " (المعجم الکبیر للطبرانی ۲۵/۱۴۳ ح ۳۴۶، السنۃ لابن ابی عاصم: ۴۷۱ دوسرا نسخہ: ۴۸۰)

اس سند کا ایک راوی مروان بن عثمان جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

اسے ابوحاتم الرازی نے ضعیف کہا۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۸/۲۷۲)

حافظ ابن حجر نے فرمایا: " **ضعیف** " (تقریب التہذیب: ۶۵۷۲، نیز دیکھئے انوار الصحیفۃ ص ۳۲۶)

عمارہ بن عامر کے بارے میں حافظ ابن حبان نے فرمایا:

" **یروي عن أم الطفیل امرأة أُبي بن کعب عن النبي ﷺ قال: رأیت ربي۔ حدیثًا منکرًا ، لم یسمع عمارة من أم الطفیل و إنما ذکرته لکي لا یغر الناظر فیه فیحتج به من حدیث أهل مصر** " وہ ام طفیل زوجۂ اُبی بن کعب سے ایک

منکر حدیث بیان کرتا تھا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب کو دیکھا۔ عمارہ نے ام الطفیل سے نہیں سنا اور میں نے یہ روایت اس لئے ذکر کی ہے کہ کوئی دیکھنے والا دھوکے میں مبتلا ہو کر اس سے اہلِ مصر کی حدیثوں میں حجت نہ پکڑ لے۔ (کتاب الثقات ۵/۲۴۵)

اس ضعیف و مردود روایت کو شیخ البانی کا ''حدیث صحیح بما قبله و إسناده ضعیف مظلم'' کہنا عجائب وغرائب میں سے ہے۔ اس روایت میں بہت سے الفاظ مثلاً نعلان من ذھب اور فراش من ذھب کسی دوسری سند سے قطعاً ثابت نہیں، نیز موقر اور موفر، فراس اور فراش کے تلفظ میں بھی اختلاف ہے۔ علماء کو چاہیے کہ جھوٹی اور مردود روایات بیان کرنے سے اجتناب کریں اور پوری کوشش کر کے صرف صحیح و ثابت روایات ہی بیان کریں۔ (۱۱/ مارچ ۲۰۱۳ء)

سلف صالحین اور علمائے اہلِ سنت

سوال ہمارے اسلاف اور علمائے اہلِ سنت سے مراد کون لوگ ہیں؟

الجواب اسلاف سے مراد اہلِ سنت کے متفقہ سلف صالحین ہیں مثلاً:

۱: تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین

۲: تمام ثقہ و صدوق تابعین عظام مثلاً سعید بن المسیب، عامر الشعبی، علی بن الحسین عرف زین العابدین، سعید بن جبیر، سالم بن عبداللہ بن عمر، عطاء بن ابی رباح، حسن بصری، محمد بن سیرین، نافع مولیٰ ابن عمر اور ابن شہاب الزہری وغیرہم۔ رحمہم اللہ اجمعین

۳: تمام ثقہ و صدوق تبع تابعین، مثلاً مالک بن انس المدنی، عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی، شعبہ بن الحجاج، سفیان الثوری، جعفر بن محمد الصادق، زائدہ بن قدامہ، حماد بن زید، حماد بن سلمہ، معمر بن راشد اور عبداللہ بن المبارک وغیرہم۔ رحمہم اللہ اجمعین

٤: دوسری اور تیسری صدی ہجری کے تمام ثقہ و صدوق عندالجمہور علمائے اہلِ سنت، مثلاً محمد بن ادریس الشافعی، یحییٰ بن سعید القطان، عبدالرحمٰن بن مہدی، احمد بن حنبل، محمد بن

اسماعیل البخاری، علی بن المدینی ، یحییٰ بن معین ، وکیع بن الجراح ، عبداللہ بن وھب المصری، ابوبکر بن ابی شیبہ، مسلم بن الحجاج النیسابوری، ابوداود السجستانی، ابوعیسیٰ الترمذی، بقی بن مخلد، اسحاق بن راھویہ، ابوزرعہ الرازی، ابوحاتم الرازی، ابوبکر الحمیدی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی، ابن ماجہ اور قاسم بن محمد القرطبی وغیرہم. رحمہم اللہ اجمعین

یہ سب اکابر علمائے اہلِ سنت اور اہلِ حق تھے۔

۵: چوتھی صدی ہجری کے تمام ثقہ وصدوق علماء، مثلاً محمد بن اسحاق بن خزیمہ النیسابوری، محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری، احمد بن شعیب النسائی، علی بن عمر الدارقطنی، ابوعوانہ الاسفرائنی، محمد بن جریر بن یزید الطبری، عمر بن احمد بن عثمان عرف ابن شاہین البغدادی، ابوسلیمان حمد الخطابی، محمد بن الحسین الآجری اور محمد بن حبان بن احمد البستی وغیرہم.
رحمہم اللہ اجمعین

٦: پانچویں صدی کے تمام ثقہ وصدوق علماء مثلاً ابن عبدالبر اندلسی، احمد بن الحسین البیہقی، ابونصر عبیداللہ بن سعید السجزی الوائلی، خطیب بغدادی، ابن حزم، ابوبکر برقانی، ابوعمر احمد بن محمد بن عبداللہ الطلمنکی الاثری، ابونعیم الاصبہانی، ابویعلیٰ الخلیلی اور ابوعثمان الصابونی وغیرہم.
رحمہم اللہ اجمعین

۷: چھٹی صدی ہجری کے تمام ثقہ وصدوق علماء مثلاً حسین بن مسعود البغوی، قوام السنۃ اسماعیل بن محمد الانصاری، عبدالغنی بن عبدالواحد المقدسی، ابوبکر بن العربی، ابوطاہر السلفی، ابوسعد السمعانی، عبدالحق اشبیلی، ابوالقاسم السہیلی، ابن عساکر الدمشقی اور ابوالفرج ابن الجوزی وغیرہم. رحمہم اللہ اجمعین

۸: ساتویں صدی ہجری کے تمام ثقہ وصدوق علماء، مثلاً ضیاء مقدسی، ابن القطان الفاسی، ابن الاثیر الجزری، عبدالعظیم المنذری، ابن سید الناس، ابوعبداللہ محمد بن القرطبی، ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی، ابوشامہ المقدسی، ابن نقطہ البغدادی اور نووی وغیرہم.
رحمہم اللہ اجمعین

۹: آٹھویں صدی ہجری کے تمام ثقہ وصدوق علماء، مثلاً ابوالحجاج المزی، ابن تیمیہ، ابن دقیق العید، ذہبی، ابن کثیر، ابن قیم، ابن سید الناس، ابوحیان محمد بن حیان بن یوسف الاندلسی، ابن عبدالہادی اور حسین بن محمد بن عبداللہ الطیبی وغیرہم۔ رحمہم اللہ اجمعین

۱۰: نویں صدی ہجری کے تمام ثقہ وصدوق علماء، مثلاً ابن حجر عسقلانی، عبدالرحیم عراقی، نورالدین ہیثمی، بلقینی، ابن ناصرالدین، ابوزرعہ ابن العراقی، السبط ابن العجمی، تقی الدین محمد بن احمد الفاسی، احمد بن ابی بکر البوصیری اور ابوالخیر محمد بن محمد عرف ابن الجزری الدمشقی وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین

یہ سب سلف صالحین تھے اور مروجہ تقلید (کہ تمام مسلمانوں پر ائمہ اربعہ میں سے صرف ایک امام کی تقلید واجب ہے کے نظریے) کے قائل و فاعل نہیں تھے بلکہ کتاب وسنت اور اجماع کے قائل وفاعل تھے۔

تنبیہ: کتاب وسنت اور اجماع کے صریح مخالف ہر شخص کی بات مردود ہے اور خیر القرون کے اکابر علماء کو بعد والے تمام علماء پر اور تعارض کے وقت اوثق کو ثقہ وصدوق پر ہمیشہ ترجیح حاصل ہے۔

مصافحہ کرنے کی فضیلت

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو کوئی دو مسلمان آپس میں ملیں، پھر ان میں سے ایک اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑ (کر اُس سے مصافحہ کر) لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ ان دونوں کی دعا قبول فرمائے اور ان کے ہاتھ جدا ہونے سے پہلے ان دونوں کی مغفرت کر دے۔''

(مسند احمد ۳/۱۴۲ ح ۱۲۴۵۱، وسندہ حسن)

تنبیہ: یہ حسن لذاتہ حدیث ہمیں سنن أبی داود (۵۲۱۱، ۵۲۱۲) وغیرہ کی ضعیف روایات سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ وللہ الحمد

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات کا تذکرہ صحیح روایات کی روشنی میں

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصّلاۃ والسّلام علیٰ رسولہ الأمین ، أما بعد:

نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات اور حسن و جمال کا پیارا تذکرہ اور جھلک صحیح روایات کی روشنی میں پیشِ خدمت ہے:

۱) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (تمام) لوگوں میں سب سے خوبصورت چہرے اور سب سے اچھے اخلاق والے تھے، آپ نہ تو بہت زیادہ لمبے تھے اور نہ پست قد تھے۔ (صحیح بخاری:۳۵۴۹، صحیح مسلم:۲۳۳۷[۶۰۶۶])

آپ درمیانے قد اور چوڑے کندھوں والے تھے، آپ کے بال کانوں کی لو تک لمبے تھے اور میں نے آپ سے زیادہ خوبصورت کوئی نہیں دیکھا۔

(صحیح بخاری:۳۵۵۱ ملخصاً صحیح مسلم:۲۳۳۷[۶۰۶۴])

ایک روایت میں ہے کہ آپ کے (سر مبارک کے) بال کندھوں تک تھے۔

(صحیح مسلم:۶۰۶۵)

آپ کا چہرہ مبارک چاند جیسا (خوبصورت) تھا۔ (صحیح بخاری:۳۵۵۲)

۲) بنو مالک بن کنانہ کے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دو سرخ چادریں پہنے ہوئے دیکھا۔ آپ درمیانے قد کے (اور) پر گوشت تھے، آپ کا چہرہ خوبصورت تھا، آپ کے بال پورے (اور) بہت زیادہ کالے تھے، آپ بہت زیادہ سفید تھے۔ (مسند احمد ۴/۶۳ ح ۱۶۶۰۳، ۵/۳۷۶ ح ۲۳۱۹۲ وسندہ صحیح)

۳) کعب بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کہا تو آپ کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ خوش ہوتے تو آپ کا

چہرہ مبارک ایسے چمکتا گویا چاند کا ٹکڑا ہے اور ہم اس بات کا مشاہدہ کرتے تھے۔

(صحیح بخاری:۳۵۵۶)

٤) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس خوشی کی حالت میں تشریف لائے، آپ کے رخسار چمک رہے تھے۔ (صحیح بخاری:۳۵۵۵)

٥) سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سر مبارک اور داڑھی کے کچھ بال سفید ہوئے تھے۔ آپ جب تیل لگاتے تو یہ نظر نہ آتے اور جب سر کے بال کھلے ہوتے تو یہ نظر آتے تھے۔ آپ کے سر کے بال بہت زیادہ تھے، آپ کا چہرہ مبارک سورج و چاند جیسا اور گول تھا۔ میں نے آپ کے کندھے پر کبوتری کے انڈے جیسی مہر نبوت دیکھی تھی جو کہ آپ کے جسم مبارک کے مشابہ تھی۔ (صحیح مسلم:۲۳۴۴[۲۰۸۴])

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کشادہ دھن، سیاہ آنکھوں والے جن کی سفیدی میں لمبے سُرخ ڈورے ہوں اور تھوڑے گوشت کی ایڑیوں والے تھے۔

(صحیح مسلم:۲۳۳۹، سنن الترمذی:۳۶۴۷ وقال: حسن صحیح)

"و کان کثیر شعر اللحیة" یعنی آپ کی داڑھی مبارک کے بال بہت زیادہ تھے۔

(صحیح مسلم:۲۳۴۴[۲۰۸۴])

٦) سیدنا ابوالطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ گورے چٹے رنگ، جاذب وخوشنما چہرے اور درمیانے قد والے تھے۔ (صحیح مسلم:۲۳۴۰[۲۰۷۱۔۲۰۷۲])

٧) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ درمیانے قد کے تھے، آپ نہ تو لمبے تھے اور نہ پست قامت تھے۔ آپ کا رنگ نہ تو چونے کی طرح نرا سفید تھا اور نہ گندمی سانولا بلکہ گورا سفید چمک دار تھا۔ آپ کے (سر کے) بال نہ تو گھونگریالے تھے اور نہ سیدھے تنے ہوئے تھے یعنی سیدھے بال ہلکا سا خم لئے ہوئے تھے۔

جب آپ فوت ہوئے تو آپ کے سر مبارک اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہیں تھے۔

(صحیح بخاری:۳۵۴۷ ملخصاً، صحیح مسلم:۲۳۴۷[۲۰۶۸])

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کا ہاتھ ریشم سے نرم اور بے حد خوشبودار تھا۔
(صحیح بخاری:۳۵۶۱، صحیح مسلم:۲۳۳۰)

ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ ﷺ کا رنگ گلاب کے پھول جیسا سرخ وسفید تھا۔
(صحیح بخاری:۳۵۴۷، صحیح مسلم:۲۳۴۷)

ایک روایت میں ہے کہ آپ (ﷺ) کا جسم بہت خوبصورت تھا اور آپ کے بال نہ گھنگرالے تھے اور نہ بہت سیدھے اکڑے ہوئے تھے۔ آپ کا رنگ سرخ وسفید گندمی (یعنی سنہری) تھا۔ جب آپ چلتے تو کھلے کھلے قدموں سے آگے کی طرف جھکے ہوئے تیز چلتے تھے۔ (سنن الترمذی:۱۷۵۴، وقال: ''حسن صحیح غریب'' شمائل ترمذی:۲ وسندہ صحیح)

۸) سیدنا ابو جحیفہ وھب بن عبداللہ الخیر السوائی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی ﷺ کا رنگ سفید تھا (سر کے) کچھ بال سفید ہوگئے تھے، حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کے مشابہ تھے۔
(صحیح البخاری:۳۵۴۴، صحیح مسلم:۲۳۴۳ ملخصاً)

ایک روایت میں ہے کہ آپ کے نچلے ہونٹ کے نیچے اور ٹھوڑی کے درمیان کچھ بال سفید ہوئے تھے۔ (صحیح بخاری:۳۵۴۵، صحیح مسلم:۲۳۴۲)

سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ لے کر اپنے چہرے پر رکھا، یہ برف سے ٹھنڈا اور مشکِ کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔ (صحیح بخاری:۳۵۵۳)

ایک روایت میں ہے کہ گویا میں آپ کی پنڈلیوں کی چمک دیکھ رہا ہوں۔ (صحیح بخاری:۳۵۶۶)

۹) سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے ہونٹ اور ٹھوڑی کے درمیان کچھ بال سفید تھے۔ (صحیح بخاری:۳۵۴۶)

۱۰) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بعد میں سر کے درمیان مانگ نکالی تھی۔ (صحیح بخاری:۳۵۵۸، صحیح مسلم:۲۳۳۶ ملخصاً)

ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کا جسم مبارک سفید گندمی، سرگیں آنکھیں، خوبصورت (موتیوں جیسے) دانت، خوبصورت گول (کتابی) چہرہ تھا، آپ کی داڑھی اس

اوراس کے درمیان (یعنی گھنی) تھی اس سے آپ کے سینے کا بالائی حصہ بھرا ہوا تھا۔
(شمائل ترمذی بتحقیقی: ۴۱۲ وسندہ حسن)

۱۱) عبداللہ بن مالک یعنی ابن بحینہ الاسدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ جب سجدہ کرتے تو دونوں ہاتھوں کے درمیان فاصلہ کرتے، حتیٰ کہ ہم آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھ لیتے تھے۔ (صحیح بخاری: ۳۵۶۴)

بغلوں کی سفیدی والی حدیث سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے۔
(دیکھئے صحیح بخاری: ۳۵۶۵)

۱۲) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نہ تو بہت لمبے تھے اور نہ چھوٹے قد والے تھے۔ آپ کی ہتھیلیاں اور پاؤں کے تلوے پُر گوشت اور مضبوط تھے۔ آپ کا سر مبارک بڑا مضبوط اور ہڈیوں کے جوڑ چوڑے تھے، سینے اور ناف کے درمیان بالوں کی لمبی باریک لکیر تھی، جب آپ چلتے تو آگے کی طرف جھکے ہوئے چلتے گویا کہ آپ ڈھلان سے نیچے اُتر رہے ہیں۔ میں نے آپ سے پہلے اور آپ کے بعد آپ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ (سنن الترمذی: ۳۶۳۷ وقال: "ھذا حدیث حسن صحیح" وسندہ حسن، شمائل ترمذی بتحقیقی: ۵۔۶)

۱۳) سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے مشابہ تھے۔ (صحیح مسلم: ۱۶۷ [۴۲۳] شمائل ترمذی: ۱۳)

۱۴) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے خوبصورت کوئی نہیں دیکھا، گویا کہ آپ کے چہرے پر سورج کی روشنی چمک دمک رہی ہے اور میں نے آپ سے زیادہ تیز چلنے والا کوئی نہیں دیکھا، گویا کہ زمین آپ کے لئے لپٹی جا رہی ہوتی تھی۔ ہم (سفر میں) تھک جاتے اور آپ (تھکاوٹ سے) بے نیازی کے ساتھ سفر جاری رکھتے تھے۔ (صحیح ابن حبان: ۶/ ۲۷۴ [۶۳۰۹] وسندہ صحیح)

۱۵) عبید بن جریج رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے (سیدنا) عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) سے کہا: میں دیکھتا ہوں کہ آپ مونچھیں کاٹ کر (بالکل) صاف کر دیتے ہیں؟ تو انھوں نے

فرمایا:" رأیت النبي ﷺ یحفی شار به "
میں نے نبی ﷺ کو دیکھا ہے، آپ مونچھیں کاٹ (کر صاف کر) دیتے تھے۔
(طبقات ابن سعد ۱/ ۴۴۹ وسندہ صحیح)

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ہونٹوں سے اوپر، مونچھیں کاٹنے کے بعد جلد کی سفیدی نظر آتی تھی۔ (صحیح بخاری تعلیقاً قبل ح ۵۸۸۸، ولہ شاہد حسن فی تغلیق التعلیق ۵/ ۷۲)

۱۶) محرش الکعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رات کو عمرہ کیا، پھر میں نے آپ کی پشت کی طرف دیکھا، گویا کہ چاندنی کا ڈھلا ہوا ٹکڑا ہے۔
(مسند الحمیدی: ۸۶۵ وسندہ حسن، نسخہ دیوبندیہ: ۸۶۳)

۱۷) سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری خالہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئیں اور کہا: اے اللہ کے رسول! میری بہن (علیہ بنت شریح) کا بیٹا بیمار ہے، تو آپ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا فرمائی، آپ نے وضو کیا تو میں نے آپ کے وضو سے بچا ہوا پانی پی لیا اور آپ کی پیٹھ کی طرف کھڑا ہو گیا، پھر میں نے دیکھا کہ آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان فاختہ کے انڈے جتنی (ختم نبوت کی) مہر ہے۔
(صحیح بخاری: ۶۳۵۲ صحیح مسلم: ۲۳۴۵ سنن ترمذی: ۳۶۴۳، وسندہ صحیح)

۱۸) اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک پیالہ تھا، جس میں نبی ﷺ کے بالوں میں سے کچھ بال تھے اور ان کا رنگ سرخ تھا، جب کسی آدمی کو نظر لگ جاتی یا کوئی بیماری ہوتی تو وہ اپنا پانی کا برتن اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیتا (تو وہ اس میں نبی ﷺ کے بال ڈبو دیتی تھیں) یہ بال عثمان بن عبداللہ بن موہب تابعی رحمہ اللہ نے دیکھے تھے۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ۵۸۹۶)

۱۹) سیدنا سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کی حدیث (دیکھئے عنوان: مہر نبوت)

۲۰) سیدنا عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ کی حدیث (دیکھئے عنوان: مہر نبوت)

سابقہ روایات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے آپ ﷺ کے حلیہ مبارک کا خلاصہ مختلف عنوانات کی صورت میں درج ذیل ہے:

چہرہ مبارک:

آپ کا چہرہ مبارک خوبصورت، سورج اور چودھویں کے چاند جیسا، قدرے گول اور گلاب کے پھول کی طرح سرخ وسفید چمکدار تھا۔

تفصیل کے لئے دیکھئے فقرات: ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ابوطالب کا ایک شعر پڑھا کرتے تھے:

اور وہ سفید (چہرے والا) جس کے چہرے کے ذریعے سے بارش کی دعا مانگی جاتی ہے، وہ یتیموں کا سہارا، بیواؤں (اور مسکینوں) کے سرپرست ہیں۔ (صحیح بخاری: ۱۰۰۸)

اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ کتاب الاستسقاء میں لائے ہیں، یعنی لوگ نبی کریم ﷺ سے درخواست کرتے تھے کہ آپ اللہ سے بارش کے لئے دعا فرمائیں۔

خوبصورت و پرکشش آنکھیں:

آپ کی آنکھیں سیاہ تھیں جن کی سفیدی میں لمبے ڈورے تھے۔ (دیکھئے فقرہ: ۵)

آپ کی آنکھیں سرمگیں تھیں۔ (دیکھئے فقرہ: ۱۰)

دندان مبارک:

آپ کے دندان مبارک خوبصورت (موتیوں جیسے) تھے۔ (دیکھئے فقرہ: ۱۰)

رخسار مبارک:

آپ کے رخسار مبارک گورے، سرخ وسفید اور (انتہائی) چمکدار تھے۔ (دیکھئے فقرہ: ۴، ۷)

سر مبارک:

آپ کا سر مبارک بڑا (اعتدال وتناسب کے ساتھ) مضبوط تھا۔ (دیکھئے فقرہ: ۱۳)

چوڑے (مضبوط) کندھے:

آپ کے کندھے چوڑے تھے۔ (دیکھئے فقرہ: ۱)

مضبوط خوبصورت پنڈلیاں:

آپ کی پنڈلیاں چمکدار تھیں۔ (فقرہ: ۸)

خوبصورت ایڑیاں:

آپ کی ایڑیوں پر تھوڑا گوشت تھا۔ (دیکھئے فقرہ:۵)

یعنی بے حد خوبصورت ایڑیاں تھیں۔

ہتھیلیاں اور پاؤں کے تلوے:

آپ کی ہتھیلیاں اور پاؤں کے تلوے پر گوشت اور مضبوط تھے۔ (فقرہ:۱۲)

آپ کا ہاتھ ریشم سے زیادہ نرم اور بے حد خوبصورت تھا۔ (فقرہ:۷)

آپ کی ہتھیلیاں چوڑی، ہاتھ اور قدم (تناسب کے ساتھ) بڑے تھے۔ (صحیح بخاری: ۵۹۰۷)

جب آپ کسی چھوٹے بچے کے چہرے پر ہاتھ رکھتے تو وہ ٹھنڈک اور خوشبو محسوس کرتا تھا۔ (دیکھئے صحیح مسلم: ۲۳۲۹، نیز دیکھئے فقرہ:۸)

کالے سیاہ بال:

آپ کے بال کندھوں تک تھے۔ (فقرہ:۱)

آپ کے بال کانوں کی لو تک تھے۔ (فقرہ:۱)

یہ روایات مختلف حالتوں پر محمول ہیں اور آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر سر کے بال منڈوائے بھی تھے۔

آپ کے بال نہ گھونگریالے تھے اور نہ سیدھے تنے ہوئے تھے بلکہ ہلکا سا خم لئے ہوئے تھے۔ (فقرہ:۷)

آپ سر کے درمیان میں مانگ بھی نکالتے تھے۔ (دیکھئے فقرہ:۱۰)

گھنی داڑھی:

آپ کی داڑھی مبارک سے آپ کے سینے کا بالائی حصہ بھرا ہوا تھا۔ (دیکھئے فقرہ:۱۰)

اور آپ کی داڑھی کے بال بہت زیادہ تھے یعنی آپ کی داڑھی مبارک گھنی تھی۔ (دیکھئے فقرہ:۵، نیز دیکھئے فقرہ:۸)

تراشیدہ مونچھیں:

آپ مونچھیں کاٹ کر انتہائی پست کر دیتے تھے۔ (دیکھئے فقرہ:۱۵)

رسول اللہ ﷺ نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی لمبی مونچھوں کو اُن کے نیچے مسواک رکھ کر کاٹنے کا حکم دیا تھا۔ (دیکھئے سنن ابی داود:۱۸۸، وسندہ صحیح، شمائل ترمذی بتحقیقی:۱۶۵)

اس سے معلوم ہوا کہ مونچھیں انتہائی پست نہ کرنا بھی جائز ہے، نیز سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ وہ اپنی مونچھوں کو (بعض اوقات) تاؤ بھی دیتے تھے۔

(دیکھئے شمائل ترمذی بتحقیقی ص۱۹۵۔۱۹۶ تحت ح ۱۶۵)

سرخ خضاب یعنی مہندی والے بال:

آپ کے چند بال (بیس سے بھی کم) سفید ہوئے تھے اور آپ (کبھی کبھار) انھیں وَسمہ ملی ہوئی مہندی لگاتے تھے جس سے ان بالوں کا رنگ سرخ ہو گیا تھا۔

(دیکھئے صحیح بخاری:۵۸۹۶۔۵۸۹۸، اور فقرہ سابقہ:۷)

آپ نے (بعض اوقات) ورس اور زعفران والی یعنی زرد مہندی بھی لگائی ہے۔

(دیکھئے سنن ابی داود:۴۲۱۰ وسندہ حسن)

کستوری سے زیادہ خوشبودار پسینہ:

آپ کا پسینہ بے حد خوشبودار تھا۔ (دیکھئے صحیح بخاری:۳۵۶۱)

آپ کا پسینہ کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا اور موتیوں جیسا یعنی بہت خوبصورت تھا۔

(دیکھئے صحیح مسلم:۲۳۳۰[۶۰۵۳۔۶۰۵۴])

ام سلیم رضی اللہ عنہا (آپ کی رضاعی خالہ) نے آپ کا پسینہ (چارپائی پر چمڑے کی چادر سے اتار کر) ایک شیشی میں اکٹھا کیا تھا اور وہ اسے تمام خوشبوؤں سے زیادہ خوشبودار سمجھتی تھیں۔

(دیکھئے صحیح بخاری:۶۲۸۱، صحیح مسلم:۲۳۳۱[۶۰۵۵])

نبی کریم ﷺ کا پیشاب بھی بدبودار نہیں تھا، جیسا کہ اُمیمہ بنت رُقیقہ التیمیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ (رات کو) ایک برتن میں پیشاب کرتے تھے جو آپ کی چارپائی

کے نیچے ہوتا تھا، ایک دفعہ اُم حبیبہ (رضی اللہ عنہا) کی خادمہ برہ (حبشیہ رضی اللہ عنہا) نے اسے (پانی سمجھ کر) پی لیا تھا۔ (دیکھئے الاستیعاب لابن عبدالبر المطبوع علی الاصابہ ۴/۲۵۱)

اس روایت کی سند حکیمہ بنت اُمیمہ تک بالکل صحیح ہے اور حکیمہ کو درج ذیل محدثین نے تصحیحِ حدیث وغیرہ کے ذریعے سے ثقہ وصدوق قرار دیا ہے:

۱: ابن حبان (الاحسان: ۱۴۲۳، موارد الظمآن: ۱۴۱)
نیز دیکھئے کتاب الثقات (۴/۱۹۵)

۲: حاکم (المستدرک ۱/۱۶۷ ح ۵۹۳)

۳: ذہبی (تلخیص المستدرک)

۴: نووی (حسن حدیثہا فی خلاصۃ الاحکام ۱/۱۴۶۔۱۴۷ ح ۲۰۶)

اس توثیق کے بعد حکیمہ مذکورہ کو مجہولہ ولا تعرف کہنا غلط ہے۔

درمیانہ جسم اطہر:

آپ کا جسم مبارک درمیانہ تھا۔ (دیکھئے فقرہ: ۱، ۷)

آپ کا جسم بہت خوبصورت تھا۔

(سنن الترمذی: ۱۷۵۴، وقال: ''حسن صحیح غریب من حدیث حمید'' شمائل ترمذی: ۲ وسندہ صحیح)

ایک صحابی نے آپ کو عمرہ کرنے کی حالت میں رات کو دیکھا، آپ کی پشت مبارک اس طرح تھی گویا کہ چاندی کا ڈھلا ہوا ٹکڑا ہے۔ (دیکھئے فقرہ: ۱۶)

آپ کا قد درمیانہ تھا۔ (مثلاً دیکھئے فقرہ: ۱، ۷)

خوبصورت بغلیں:

سجدے کی حالت میں (بعض اوقات) آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آجاتی۔

(دیکھئے فقرہ: ۱۱)

دعائے استسقاء میں آپ جب دونوں ہاتھ بلند کرتے تو آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آتی تھی۔ (صحیح بخاری: ۳۵۶۵، صحیح مسلم: ۸۹۵۔۸۹۶)

جسم مبارک کی خوشبو کے لئے دیکھئے صحیح بخاری (۳۵۶۱)

رفتار:

جب آپ چلتے تو کھلے قدموں سے آگے کی طرف جھکے ہوئے تیز چلتے تھے۔

(دیکھئے فقرہ:۷)

آپ مضبوطی سے قدم اٹھاتے اور رکھتے تھے۔ (صحیح مسلم:۲۳۳۰[۶۰۵۴])

نیز دیکھئے سنن ابی داود (۴۸۶۳ وسندہ صحیح وصححہ الحاکم علی شرط الشیخین ۴/ ۲۸۰۔ ۲۸۰ ووافقہ الذہبی)

مہر نبوت:

آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان فاختہ کے انڈے جتنی مہر یعنی ختمِ نبوت کی مہر تھی۔ (دیکھئے فقرہ:۱۷)

اس پر چند بال بھی تھے۔

(دیکھئے شمائل ترمذی بتحقیقی:۲۰ عن ابی زید عمرو بن اخطب الانصاری رضی اللہ عنہ وسندہ صحیح، وصحیح ابن حبان:۲۰۹۲)

سیدنا سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ نے آپ کی مہرِ نبوت کو خاص طور پر دیکھا تھا اور اسے چومتے بھی تھے اور روتے بھی تھے۔ (مسند احمد ۵/ ۴۴۳ وسندہ حسن)

یہ ختم نبوت آپ کے جسم مبارک کے مشابہ تھی۔ (دیکھئے فقرہ:۵)

سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ نے مہر نبوت کے بارے میں فرمایا:

آپ کی پشت پر ابھرے ہوئے گوشت کا ایک ٹکڑا تھا۔ (شمائل ترمذی بتحقیقی:۲۲ وسندہ حسن)

سیدنا عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ نے مہر نبوت دیکھی جو کہ بند مٹھی جتنی تھی اور اس پر مسوں کی طرح تل تھے۔

(صحیح مسلم:۲۳۴۶[۶۰۸۸]، شمائل ترمذی:۲۳)

مہر نبوت کا یہ مطلب ہے کہ آپ آخری نبی و رسول ہیں اور آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی یا رسول پیدا نہیں ہوگا۔

وفات مبارک:

جب رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی تو سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے حجرۂ مبارک میں داخل ہو کر آپ کے جسم مبارک کو ہاتھ لگایا اور آپ کے چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹا کر آپ پر جھک گئے اور آپ کو چوم رہے تھے، رو رہے تھے پھر انھوں نے فرمایا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں، اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں کبھی جمع نہیں کرے گا، جو موت آپ کے مقدر میں لکھی ہوئی تھی وہ تو آ گئی ہے اور آپ فوت ہو گئے ہیں۔

(صحیح بخاری: ۴۴۵۲۔۴۴۵۳)

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کی وفات کے بعد آپ کا بوسہ لیا تھا۔

(صحیح بخاری: ۴۴۵۵۔۴۴۵۷)

اختتام:

اس مضمون میں صرف صحیح یا حسن لذاتہ احادیث سے استدلال کیا گیا ہے اور اصل مصادر حدیث کی طرف رجوع کے ساتھ ابراہیم بن عبداللہ الحازمی کی کتاب "الرسول كأنك تراه" کی ترتیب کو عام طور پر مدنظر رکھا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نبی کریم سیدنا و محبوبنا محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت پر زندہ رکھے اور اسی پر ہمارا خاتمہ ہو۔ آمین　　(۲۶/اگست ۲۰۱۳ء)

ابوالاسجد محمد صدیق رضا

حدیث: "تلزم جماعۃ المسلمین وامامھم" اور رجسٹرڈ فرقہ

مسعود صاحب اور ان کے بنائے ہوئے رجسٹرڈ فرقے "جماعت المسلمین" والوں کا یہ خیال ہے کہ انھوں نے اپنے فرقے کی بنیاد صحیحین کی ایک حدیث پر رکھی ہے، حالانکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کو قرآن مجید و دیگر احادیث صحیحہ کی روشنی میں سمجھنے کے بجائے اور انھیں نظر انداز کرتے ہوئے ایک تکفیری فرقہ کی بنیاد رکھ دی۔

جبکہ کسی بھی آیت یا حدیث کو سمجھنے کے لئے یہ بات انتہائی ضروری ہے کہ اس موضوع کے دیگر نصوص کو بھی سامنے رکھا جائے، اور ایسا مفہوم بیان ہو کہ اس سے دیگر نصوص کی مخالفت لازم نہ آئے، جیسا کہ مسعود صاحب نے لکھا:

"عالم کو چاہیے کہ ہر آیت کی تشریح کرتے وقت قرآن مجید اور احادیث صحیحہ پر گہری نظر رکھے اور تمام آیات اور احادیث کے مجموعی نتیجہ کو اپنا رہنما بنائے" (الجماعۃ ص ۶۹)

اس مسلمہ اصول کے مطابق غور کرتے ہوئے "جماعت" اور "امام" سے متعلق دیگر احادیث کو سامنے رکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ رجسٹرڈ فرقہ پرست لوگ حدیث: "تلزم جماعۃ المسلمین وامامھم" کو سمجھ ہی نہیں پائے، پھر ان کے طرز عمل اور رویے کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے درست مفہوم کو سمجھنے کے لئے آمادہ بھی نہیں، ضد و خود آرائی کا یہ عالم ہے کہ ان سے اس حدیث کے مفہوم پر جب بھی گفتگو کی کوشش کی جائے تو راہ فرار اختیار کرتے ہیں اور سامنے آنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔

مفہوم تو درکنار محض ترجمہ کے مطالبہ پر ہی مسعود صاحب نے تکفیری فتوؤں کی گولہ باری کر دی تھی، چنانچہ ان سے سوال ہوا کہ "آپ جماعت المسلمین کا ترجمہ "مسلمین کی جماعت" کیوں نہیں کرتے؟" تو مسعود صاحب نے کچھ اس طرح غیض و غضب کا اظہار

فرمایا: ''اردو میں عربی کے سیکڑوں مرکبات استعمال ہوتے ہیں لہٰذا ترجمہ کرتے وقت مرکب کے توڑنے کی ضرورت نہیں۔ کفایت اللہ صاحب تو اس لئے توڑ رہے ہیں کہ مرکب ''جماعت المسلمین'' باقی نہ رہے... جو الفاظ رسول اللہ ﷺ کی زبانِ اقدس سے نکلے تھے آخر ان سے کیا چڑ ہے؟''

(الجماعۃ ص ۰۷، جماعت المسلمین کی دعوات اور تحریک اسلام کی آئینہ دار ہیں ص ۶۳۹)

تنبیہ: یہ دوسرا حوالہ مسعود صاحب وغیرہ کے کتابچوں کا مجموعہ ہے، جس کے پاس کتابچے نہ ہوں وہ اس سے حوالہ چیک کر سکتے ہیں اختصار کی خاطر آئندہ اس کے حوالے کے لئے صرف ''آئینہ دار'' لکھا جائے گا۔

کیا ترجمہ الفاظِ حدیث سے چڑ کی علامت ہے؟

قارئین کرام! غور کیجئے سوال صرف اتنا تھا کہ آپ اس حدیث کے الفاظ میں سے ''جماعۃ المسلمین'' کا ترجمہ کیوں نہیں کرتے۔ مسعود صاحب نے بے دھڑک ''الفاظِ رسول اللہ ﷺ سے چڑنے'' کا فتویٰ ٹھوک دیا۔ گویا الفاظ رسول اللہ ﷺ کا ترجمہ کرنا ان سے چڑ کے مترادف یا چڑ کی علامت ہے! جیسا کہ مسعود صاحب کے اس طنز سے ظاہر ہوتا ہے۔ تو مسعود صاحب کی ذہنیت کے حامل کوئی فرد ان کے اس انداز کو ان سے مستعار لے کر یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ مسعود اور ان کے بنائے ہوئے رجسٹرڈ فرقے کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے اُن تمام الفاظ سے ''چڑ'' ہے، جن الفاظ کا وہ ترجمہ کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ حدیث زیر بحث کے دو لفظ ''جماعۃ المسلمین'' کے علاوہ باقی تمام الفاظ سے بھی ''چڑ'' ہے کیونکہ ان دو لفظوں کے علاوہ یہ اس پوری حدیث کا ترجمہ لکھتے اور بیان کر دیتے ہیں۔ یہ مسعود صاحب کے بے جا طنز و تشنیع کی عادت اور تکفیری سوچ کا نتیجہ ہے کہ خود سمیت اپنے پورے رجسٹرڈ فرقے کو الفاظِ رسول اللہ ﷺ سے ''چڑ'' میں مبتلا ثابت کر دیا۔

باقی یہ بات محتاجِ تفصیل نہیں کہ ترجمہ تو سمجھانے کے لئے کیا جاتا ہے نہ کہ چڑ کی وجہ

ہے، ہاں البتہ یہ رجسٹرڈ فرقے کی اشد مجبوری ہے کہ وہ ان الفاظ کا ترجمہ نہیں کر سکتے کہ مسعود صاحب کی ایجاد کردہ حدیث کے مطابق ''مسلمین کی جماعت کا نام اللہ کے رسول ﷺ نے جماعت المسلمین رکھا تھا'' (جماعت المسلمین کا تعارف ص۳، آئینہ دارص ۱۷)

تو جو یہ حدیث گھڑ کر اسے ''نام'' بنا چکے ہیں، وہ ترجمہ کیوں کرتے؟ اور اگر ترجمہ کر دیا تو عامۃ الناس کو مغالطہ دینا کس طرح ممکن ہوگا، سو ایسی ہی مجبوریوں کی بنا پر مسعود صاحب نے ''چڑ'' کی تہمت لگائی، لیکن اس ظلم وتعدی کا نتیجہ ہے کہ اپنے ہی بنے ہوئے جال میں بری طرح پھنس گیے۔

اس ایک مثال سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جو ترجمہ کے مطالبہ پر ہی اس قدر غیض وغضب کا شکار ہو جائیں وہ مفہوم پر بحث کے لئے کس طرح آمادہ ہو سکتے ہیں، الا ماشاء اللہ۔ یہ لوگ تو بس اپنی ہی باتیں دہراتے چلے جاتے ہیں، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں بس یہی ایک بات تو بیان نہیں کی، اس معاملہ میں بہت کچھ ارشاد فرمایا ہے اور مسلمہ اصول ''ان الحدیث یفسر بعضہ بعضًا'' کے مطابق ان احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے اس کا درست مفہوم سمجھا جا سکتا ہے۔

اس مضمون میں رجسٹرڈ فرقہ کے لٹریچر میں موجود اس موضوع کی دیگر آیات و احادیث سے حدیث ''تلزم جماعۃ المسلمین وامامہم'' کے الفاظ ''جماعۃ'' اور امام کی وضاحت کی جائے گی، دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ حق سمجھنے اور قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین، یاربّ العالمین۔

تنبیہ: یاد رہے کہ ''جماعت'' کے مفہوم پر گفتگو کے دوران میں ''نماز کی'' جماعت'' اور جنت میں جانے والی ''جماعت'' نیز امام پر بحث کے دوران میں نماز کا امام، انبیاء علیہم السلام کی امامت، نیز علم کا امام اس بحث سے خارج ہے۔

۱: **جماعت کا مفہوم:** حدیث زیر بحث، نیز وہ تمام احادیث جن میں ''لزوم جماعت'' کا ذکر ہے اُن میں جماعت سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلے میں مسعود صاحب نے لکھا:

"رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"مَنْ كَرِهَ مِنْ اَمِيْرِهِ شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ فَإِنَّهُ مَنْ خَرَجَ مِنَ السُّلْطَانِ شِبْرًا مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً . (صحيح بخاری كتاب الفتن باب قول النبی ﷺ سترون بعدی امورًا تنكرونها جزء ۹ ص ۵۹ وصحيح مسلم كتاب الامارة باب الامر بلزوم الجماعة جزء ۲ ص ۱۳۴)

جس شخص کو امیر کی کوئی بات ناگوار گزرے تو صبر کرے کیونکہ جو شخص سلطان سے ایک بالشت بھی علیحدہ ہو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی"

(امیر کی اطاعت ص ۴، اشاعت جدید ص ۴، آئینہ دار ص ۲۲۰)

چند سطور بعد مسعود صاحب نے لکھا:

"حدیث مذکور کے پہلے جزء میں امیر کا لفظ ہے اور دوسرے جزء میں سلطان کا لفظ ہے جو امیر ہی کے لئے استعمال ہوا" (حوالہ بالا ص ۵، آئینہ دار ص ۲۲۱)

ان کی یہ بات درست نہیں تفصیل آگے آرہی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی اس حدیث کے دوسرے طریق کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں۔ جو مسعود صاحب نے بھی نقل کرتے ہوئے لکھا: "رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

مَنْ رَاى مِنْ اَمِيْرِهِ شيئًا يَكْرَهُهُ فَلْيَصْبِرْ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَمَاتَ اِلَّا مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً. (صحيح بخاری كتاب الفتن جزء ۹ ص ۵۹ وصحيح مسلم كتاب الاماره باب الامر بلزوم الجماعة جزء ۲ ص ۱۳۶)

جو شخص اپنے امیر کی کوئی ایسی بات دیکھے جو اُسے ناپسند ہو تو اس پر صبر کرے اس لئے کہ جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی علیحدہ ہوا اور (اسی حالت میں) مر گیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔ نوٹ: جاہلیت سے مراد اسلام سے پہلے کا زمانہ یعنی کفر کا زمانہ ہے۔ اس حدیث کے پہلے جزء میں امیر کا لفظ ہے اور دوسرے جزء میں جماعت کا لفظ ہے گویا امیر کو چھوڑنا جماعت کو چھوڑنا ہے۔" (امیر کی اطاعت ص ۵۔۶، آئینہ دار ص ۲۲۱۔۲۲۲)

اب دیکھئے کہ مسعود صاحب کی وہ بات درست کیوں نہیں؟ اس لئے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما

سے مروی اس حدیث کے دونوں طرق کے پہلے حصے میں ''امیر'' کا لفظ موجود ہے۔

پہلے طریق کے الفاظ ہیں: "مَنْ رَأَى مِن امیرہ شیئًا یکرھه"

دوسرے طریق کے الفاظ ہیں: "من کرہ من امیرہ شیئًا"

جبکہ حدیث کے دوسرے حصے میں:

پہلے طریق کے الفاظ ہیں: **"من فارق الجماعة شبرًا"**

دوسرے طریق کے الفاظ ہیں: **"من خَرَجَ من السلطانِ شبرًا"**

ظاہر ہے کہ اس حدیث کے دونوں طریق میں امیر کے مقابل امیر ہی کا لفظ ہے، البتہ ''الجماعۃ'' کے مقابل ''السلطان'' کا لفظ ہے۔ معلوم ہوا کہ اس حدیث میں ''جماعت'' سے مراد ''السلطان'' ہے، کہ ان سے علیحدگی کا ذکر ہے۔ امام بخاری و امام مسلم بھی یہ دونوں حدیثیں اوپر نیچے ساتھ ساتھ لائے ہیں۔

رجسٹرڈ فرقہ کے امام ثانی محمد اشتیاق صاحب نے ۱۳ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ''جماعۃ'' لفظ والی مختلف احادیث نقل کرنے کے بعد اعتراف کیا:

''صحابہ کرام ''جماعۃ'' کا لفظ استعمال کر رہے ہیں۔ اگر کسی ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ''سلطان'' کا لفظ استعمال کیا تو ان تمام احادیث کی روشنی میں لفظ ''سلطان'' کو جماعت کے معنی پر منطبق کیا جائے گا۔ لہٰذا سلطان اور جماعت ایک ہی چیز ہے''

(ایک معترض کی غلط فہمیاں ص ۳۲)

یہ کتابچہ ۱۴۱۸ھ میں شائع ہوا، جو کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں وہ بات آج سے تقریباً سولہ سال پہلے اشتیاق اور ان کا رجسٹرڈ فرقہ بڑے صاف اور واضح لفظوں میں صرف تسلیم ہی نہیں بلکہ بیان بھی کر چکا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہمارے مابین اس حد تک تو کوئی اختلاف نہیں رہا کہ ''جماعت'' اور ''سلطان'' کے الفاظ ایک دوسرے کے مترادف کے طور پر بیان ہوئے، دونوں ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ دو علیحدہ علیحدہ چیزیں نہیں ہیں۔ **فللّٰہ الحمد**

سلطان کا معنی ومفہوم

جب یہ واضح ہو چکا کہ دونوں ایک ہی چیز کے دو نام ہیں، اور حدیث میں ایک دوسرے کی جگہ واقع ہوئے ہیں تو جو معنی سلطان کا ہوگا وہی جماعت کا ہوگا۔ اب مسعود صاحب کے قلم سے اس کا معنی ومفہوم ملاحظہ کیجئے:

۱: مسعود صاحب نے لکھا:

''سلطان کے معنی دلیل، حجت، اختیار اور قوت کے ہیں'' (امیر کی اطاعت ص۴ آئینہ دار ص ۲۲۰)

۲: نیز لکھا: ''(سلطان ؛ دلیل، قوت، بادشاہ)'' (تفسیر قرآن عزیز ج ۵ ص ۲۱۸)

۳: ایک اور مقام پر لکھا:

''اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا اور اس طرح دعا کرنے کی ہدایت کی (وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا) اور (اے رسول) اس طرح دعا کیجئے: اے میرے رب مجھے اچھی طرح ہجرت گاہ میں داخل کرنا اور اچھی طرح (اس) بستی سے نکالنا اور اپنے پاس سے قوت وغلبہ کو میرا مددگار بنانا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب ہجرت کی تو اس دعاء کے اثرات پوری طرح ظاہر ہوئے آپ دار الہجرت مدینہ میں داخل ہوئے تو بڑی شان سے داخل ہوئے اور جب مکہ سے نکلے تو بخیر وعافیت نکلے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت وغلبہ عطا فرمایا'' (تفسیر قرآن عزیز ج ۶ ص ۱۶۴)

آیت بالا کے متعلق اشتیاق صاحب نے لکھا:

''اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو ہجرت کے موقع پر ایک دعا بتا رہا ہے کہ... جب آپ مدینہ منورہ میں داخل ہوں تو اس طرح دعا کرتے رہیے اور آپ دعاء کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ میں آپ کی دعاء کی برکت سے حکومت قائم کر دی۔ ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ پھر صاحب اقتدار وحکومت ہو گئے۔ اس سے ہمیں کب اختلاف ہے ہم بھی تو یہی

کہتے ہیں'' (ایک معترض کی غلط فہمیاں ص۳۴)

قارئین کرام! غور کیجئے، آیت میں لفظ ''سلطان'' وارد ہوا، مسعود صاحب نے تفسیر میں لکھا: ''مدینہ پہنچ کر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت وغلبہ عطا فرمایا۔'' اس ''قوت وغلبہ'' سے کیا مراد ہے؟

اشتیاق صاحب نے عام فہم الفاظ میں بتا دیا کہ ''اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ میں ... حکومت قائم کر دی پھر آپ صاحبِ اقتدار وحکومت ہو گئے'' گویا قوت وغلبہ سے مراد ''حکومت واقتدار'' ہے اور یہ سب لفظِ ''سلطان'' ہی کا مفہوم بیان کیا ہے۔ رجسٹرڈ فرقہ کے دونوں اماموں نے۔

۴: مسعود صاحب نے ایک مسئلہ بیان کرتے ہوئے لکھا:

''کوئی شخص دوسرے کی جائے حکومت یا اُس کے گھر میں بغیر اُس کی اجازت کے امامت نہ کرے'' (صلوٰۃ المسلمین ص۱۴۸)

پھر بطور دلیل حاشیہ نمبر:۳ میں یہ حدیث نقل کی:

''قال رسول اللہ ﷺ لا یؤمن الرجل الرجل فی سلطانہ ... الا باذنہ ...

(صحیح مسلم عن ابی مسعودؓ)

۵: مسعود صاحب نے اپنی ''منہاج'' میں اسی حدیث کے تحت مسئلہ اس طرح لکھا:

''کسی دوسرے کی حکومت کی جگہ یا کسی دوسرے کے گھر میں بغیر اجازت کے کوئی شخص امامت نہ کرے'' (منہاج المسلمین ص۱۴۶)

مسعود صاحب کی ان تحریروں سے معلوم ہوا کہ سلطان کا معنی ہے ''جائے حکومت'' جسے سلطنت بھی کہتے ہیں۔

۶: اسی طرح اپنی منہاج میں لکھا:

''حکام سے دور رہے، جھوٹ میں ان کی تصدیق نہ کرے''

پھر حاشیہ میں یہ حدیث بھی نقل کی:

"قال رسول اللہ ﷺ من اتی ابواب السلطان افتتن (رواہ الترمذی و حسّنہ)" (منہاج ص۶۷۴)

دیکھئے مسعود صاحب نے "حکام" لکھا اور حدیث وہ نقل کی جس میں "سلطان" کا لفظ ہے۔ تو سلطان کا معنی "حاکم" بھی ہے اور جس کے پاس اقتدار ہو حکومت ہو وہ حاکم ہی ہوتا ہے۔ اقتباسات تو مزید بھی نقل کئے جاسکتے ہیں، لیکن اختصار کی خاطر انھیں چند ایک پر اکتفا کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔

مسعود صاحب کی تحریرات سے "سلطان" کے مختلف معانی سامنے آتے ہیں جیسے: دلیل، حجت، قوت، اختیار، غلبہ، حکومت، جائے حکومت، بادشاہ اور حکام اور سوائے دلیل و حجت کے باقی تمام معانی یکساں ہیں۔ اگرچہ "سلطان" کا معنی دلیل و حجت بھی ہے لیکن حدیث "من خرج من السلطان" میں یہ دلیل و حجت کے معنی میں نہیں۔ اگر یہی معنی لئے جائیں تو حدیث کا مفہوم کچھ اس طرح ہوگا "جو شخص دلیل یا حجت سے بالشت بھر بھی علیحدہ ہوا وہ جاہلیت کی ایک خصلت پر مرے گا۔"

یہ مفہوم قطعاً درست نہیں، چونکہ نصوص سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تمام کے تمام اہل اسلام علماء نہیں ہوسکتے۔ (دیکھئے سورۂ توبہ:۱۲۲، النحل:۴۳)

تو ایسی صورت میں بہت سے اہل ایمان "دلیل و حجت" سے دور ہوسکتے ہیں۔ عدم علم یا بروقت استحضار نہ ہونے کے سبب تو کیا ایسی صورت میں اس کی موت جاہلیت پر ہوگی؟ اس کا تو کوئی بھی قائل نہیں، تو سلطان کا معنی حکومت و اقتدار ہی بنتا ہے۔ جب رجسٹرڈ فرقہ کو بھی یہ تسلیم ہے کہ "سلطان اور جماعت ایک ہی چیز ہے" اور سلطان کا معنی حکومت ہے تو جماعت کا معنی بھی حکومت و اقتدار ہی ہے۔ جیسا کہ رجسٹرڈ جماعت کے ایک کتابچہ میں صاف صاف لکھا ہے:

""""الجماعۃ" یعنی منزل من اللہ دین کو قائم کرنے والی اسلامی حکومت موجود نہیں ہے"

(جماعت المسلمین پر اعتراضات اور ان کے جوابات ص۲ طبع ۱۴۱۶ھ)

یہ تو معلوم ومعروف ہے کہ عربی اور اردو زبان میں ''یعنی'' کہہ کر کسی لفظ کا معنی ومفہوم بیان کیا جاتا ہے۔ اور مسعود صاحب کے مرتب کردہ اس کتابچہ میں ''یعنی'' کہہ کر ''الجماعۃ'' کا مطلب ومفہوم ''دین کو قائم کرنے والی اسلامی حکومت'' بیان کیا گیا ہے۔ **فللّٰہ الحمد**

قارئین کرام! قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور خود رجسٹرڈ فرقے کی مسلمات کی روشنی میں ''جماعت'' کا مفہوم آپ کے سامنے ہے۔ ان دلائل کی روشنی میں علیٰ وجہ البصیرت عرض ہے کہ لزومِ جماعت والی احادیث میں ''جماعت'' سے مراد مسلمین کی اسلامی حکومت و اقتدار ہے۔ یہ حکومت واقتدار سے محروم ومحکوم لوگوں کی کسی رجسٹرڈ یا غیر رجسٹرڈ پارٹی اور تنظیم کا نام نہیں۔

اشتیاق صاحب کے نوادرات

اس استدلال کے جواب میں رجسٹرڈ فرقے کے امام اشتیاق صاحب نے مسعود صاحب کی خود ساختہ ''جماعت'' کے دفاع میں جو نوادرات پیش کئے ہیں وہ اور ان کے جوابات بھی ملاحظہ کرلیں:

۱: حدیث میں خلیفہ یا حاکم مروی نہیں۔ اشتیاق صاحب نے لکھا:

''سلطان کے معنی حاکم کرنا یا خلیفہ کرنا غلط ہے۔ کیونکہ کسی حدیث میں لفظ خلیفہ یا حاکم نہیں روایت کیا گیا اور جب روایت نہیں کیا گیا تو سلطان کے معنی خلیفہ یا حاکم کیسے ہوگئے''

(ایک معترض کی غلط فہمیاں ص ۳۰)

عرض: اس مختصر سی عبارت میں دو واضح غلطیاں ہیں:

اول: اشتیاق صاحب کی اس ''کیونکہ'' سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان کے معنی حاکم یا خلیفہ بیان کرنا اس لئے غلط ہے کہ حاکم وخلیفہ کے لفظ حدیث میں مروی نہیں، جب نہیں تو یہ معنی بھی نہیں ہو سکتے۔ سبحان اللہ، کیا جواب ہے!!! اشتیاق صاحب کی ایسی عجیب وغریب باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ علم تو درکنار جناب کو صاحب عقل کی صحبت تک میسر نہیں آئی، اسی

لئے ایسی جہالت سے بھرپور غلط باتوں کو بے دھڑک لکھ کر شائع بھی کر دیتے ہیں۔

سوچئے! کیا کسی لفظ کے معنی کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ معنی والا لفظ حدیث میں مروی ہو ورنہ وہ معنی غلط ہوگا؟ اگر ان کا اصرار ہو کہ ہاں ضروری ہے تو بتایئے مسعود صاحب نے سلطان کے معنی ''بادشاہ'' بھی لکھا ہے۔ کیا اشتیاق صاحب کو ''بادشاہ'' لفظ بھی حدیث میں نظر آیا؟ نہیں آیا اور نہ ہی آئے گا تو یہ غلط معنی کیوں آپ کے لٹریچر کا حصہ ہے؟ اور یہ بھی واضح کریں کہ خود جناب بھی اپنے اس خود ساختہ اصول کی پابندی کیوں نہیں کرتے کہ جناب نے اپنی ''تحقیق کا فقدان'' میں لکھا: ''فرج کا ترجمہ... کپڑے کا ایک ٹکڑا یا پھٹن بھی ہے (المنجد)'' (تحقیق کا فقدان ص ۳۱)

بتایئے کپڑے کا ایک ٹکڑا اور پھٹن کون سی حدیث میں مروی ہے؟

المختصر! اشتیاق صاحب کو چاہیے کہ اردو ترجمہ نہ کیا کریں تا کہ کم از کم خود تو اپنے اصول کے پابند رہیں۔ اگر وہ پابندی نہ کر سکیں اور ہرگز نہ کر سکیں گے تو اپنے اس باطل وفضول قاعدے کو اپنے کتابچہ سے نکال دیں۔

اشتیاق صاحب کی صریح غلط بیانی

دوم: یہ کہ اشتیاق صاحب نے اس مقام پر ''صریح غلط بیانی'' سے کام لیتے ہوئے کہا کہ ''کسی حدیث میں لفظ خلیفہ یا حاکم نہیں روایت کیا گیا'' حالانکہ نہ صرف یہ کہ روایت کیا گیا ہے بلکہ اشتیاق صاحب کی تحریرات میں نقل بھی ہو چکا ہے۔ چنانچہ اشتیاق صاحب نے فیض احمد صاحب کی کتاب ''نماز مدلل'' سے اقتباس نقل کرتے ہوئے لکھا:

''حضرت عبداللہ بن عمرو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما دونوں بزرگوں سے یہ مرفوع حدیث مروی ہے قال رسول اللہ ﷺ اذا حکم الحاکم فاجتھد ... الخ (نماز مدلل ص ۷)''
(تحقیق صلاۃ ص ۲۸)

پھر اشتیاق صاحب نے جواب دیتے ہوئے یہ بھی لکھا:

''مندرجہ بالا حدیث میں لفظ ''حاکم'' وارد ہوا ہے۔ لفظ عالم نہیں ہے۔ اس حدیث کا اطلاق حاکم یا بادشاہ وقت یا خلیفۃ المسلمین یا قاضی پر تو ہوتا ہے''

(تحقیق صلاۃ بجواب نماز مدلل ص ۲۹، شائع شدہ ۱۹۹۵ء)

دیکھ لیجیے! اشتیاق صاحب نے ''حاکم'' والی روایت کی نفی کی کہ حدیث میں روایت نہیں جبکہ ان کی اپنی کتاب میں لفظ حاکم والی متفق علیہ روایت موجود ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب اجر الحاکم اذا اجتھد، رقم: ۷۳۵۲، وصحیح مسلم، کتاب الاقضیہ، باب اجر الحاکم، اذا اجتھد، رقم: ۴۴۸۷)

جس کا اطلاق اشتیاق صاحب کے خیال سے خلیفہ، قاضی، حاکم یا بادشاہ پر ہی ہوتا ہے۔ قطع نظر اس سے کہ اس کا اطلاق عالم پر ہوتا ہے یا نہیں۔ حدیث میں لفظ حاکم موجود ہے۔ اشتیاق صاحب کا انکار صریح غلط بیانی ہے۔ اب انھیں کے قلم سے ''خلیفہ'' والی حدیث ملاحظہ کیجئے! لکھا ہے:

''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

قال النبی ﷺ لا یزال ھذا الامر عزیزًا إلی اثنی عَشَر خلیفۃ... (صحیح مسلم ۲/۱۴۵۴)

نبی ﷺ نے فرمایا: یہ دین بارہ خلفاء تک غالب ہی رہے گا''

(کیا امیر کا قریشی ہونا ضروری ہے؟ ص ۲)

غلط فہمی سے اتفاق!

۲: اس استدلال کے خلاف اشتیاق صاحب کا ایک اور جواب ملاحظہ کیجئے لکھا ہے:

''غلط فہمی: رسول اللہ ﷺ کو جب مکہ سے ہجرت کا حکم دیا گیا تب سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۸۰ نازل ہوئی (ترمذی ابواب التفسیر ج ۲ ص ۳۸۸ عن ابن عباس وسندہ صحیح) وہ آیت اور مسعود صاحب کا ترجمہ صفحہ ۳۱ پر ملاحظہ کرلیں اور یہ بات پیش نظر رہے کہ مدینہ میں اسلامی حکومت قائم ہوئی تھی... وہاں مسعود صاحب نے سلطان کا ترجمہ قوت وغلبہ کیا مدینہ

میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکومت و اقتدار عطا کیا معلوم ہوا یہاں سلطان کے معنی حکومت و اقتدار کے ہیں۔

ازالہ: جناب خیراتی صاحب نے پھر استدلال کرنے میں غلطی کی۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو ہجرت کے موقع پر ایک دعا بتا رہا ہے... آپ دعاء کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ میں آپ کی دعاء کی برکت سے حکومت قائم کر دی۔ ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ پھر صاحبِ اقتدار و حکومت ہو گئے۔ اس سے ہمیں کب اختلاف ہے"

(ایک معترض کی غلط فہمیاں ص ۳۴)

عرض: قارئین کرام! اشتیاق صاحب کی عقل اور سوجھ بوجھ ملاحظہ کیجئے، جس بات کو ''غلط فہمی'' کا عنوان دے کر بزعم خود ''ازالہ'' کرنے چلے تھے اسی بات کو تسلیم کر گئے۔ آپ مندرجہ بالا غلط فہمی و ازالہ دونوں پر غور فرما کر فیصلہ کریں کہ مفہوم و مطلب کے اعتبار سے دونوں عنوانات کی عبارات میں کیا فرق ہے؟

رضوان اللہ خیراتی سابق رکن رجسٹرڈ فرقہ نے سورۂ بنی اسرائیل کی آیت: ۸۰ میں لفظ سلطان کا مفہوم ''حکومت و اقتدار'' قرار دے کر لکھا:

''مدینہ میں آپ کو اللہ تعالیٰ نے حکومت و اقتدار عطاء کیا''

تو اشتیاق صاحب نے بھی لکھا:

''اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ میں... حکومت قائم کر دی... اس سے ہمیں کب اختلاف ہے''

جب اختلاف نہیں تو اتفاق ہی ہوا، پھر اسے ''غلط فہمی'' قرار دینے کی دو ہی وجوہات ہوسکتی ہیں:

(۱) اشتیاق صاحب اور رجسٹرڈ فرقہ کو ''غلط فہمی'' اور ''درست فہمی'' کا مطلب تک معلوم نہیں۔

(۲) ان لوگوں کو بڑا شوق ہے دوسروں کی درست باتوں کو بھی ''غلط فہمی قرار دینے کا''

کیا لفظ سلطان یا اس سے استدلال بے ثبوت ہے؟

۳: اس استدلال کے خلاف ایک اور جواب کچھ اس طرح لکھا:
''خیراتی صاحب نے حکومت اور اقتدار کو ثابت کرنے کے لئے جس لفظ سلطان سے استدلال کیا ہے وہ بے ثبوت اور محض کھینچا تانی ہے'' (ایک معترض کی غلط فہمیاں ص ۳۰)

عرض: نہ تو لفظ سلطان بے ثبوت ہے نہ ہی استدلال، استدلال کی بحث تو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ ''غلط فہمی'' قرار دینے کے باوجود جناب خود بھی تسلیم کر چکے ہیں۔
اب لفظ کے سلسلے میں اشتیاق صاحب کی تردید ان کے اپنے قلم سے ملاحظہ فرمالیجئے، لکھا ہے: ''اگر کسی ایک روایت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ''سلطان'' کا لفظ استعمال کیا ہے تو ان احادیث کی روشنی میں لفظ ''سلطان'' کو جماعت کے معنی پر منطبق کیا جائے گا۔ لہٰذا سلطان اور جماعۃ ایک ہی چیز ہے'' (ایک معترض کی غلط فہمیاں ص ۳۳)
لیجئے ص ۳۰ پر بے ثبوت کہا ص ۳۳ پر ثبوت تسلیم کر لیا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے روایت کیا ہے تو یہ بے ثبوت کہاں رہا؟ المختصر کے صحیحین کی متفق علیہ حدیث میں لفظ سلطان موجود ہے اور استدلال بھی اشتیاق صاحب نے تسلیم کر لیا ہے، انکار محض ضد ہے اور کچھ نہیں۔

امام سے کیا مراد ہے؟

جماعت کے مفہوم کی وضاحت کے بعد ''امام'' کے مفہوم پر غور کرتے ہیں، اس سے حدیث: ''تلزم جماعۃ المسلمین وامامھم'' کا مفہوم بالکل واضح ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ
مسعود صاحب نے لکھا: '' امام جماعت اور امیر جماعت ہم معنی ہیں (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **ألا كلكم راع و كلكم مسئول عن رعيته فالامام الذي على الناس راع وهو مسئول عن رعيته...** خبردار تم میں سے ہر شخص حکمران ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہوگی۔ امام جو لوگوں پر حکمراں ہوتا ہے اس سے اس کی رعیت کے متعلق باز پرس ہوگی۔ (صحیح البخاری... جزء ۹ ص ۷۷)'' (امیر کی

اطاعت ص۱۴، طبع جدید ص۸، آئینہ دار ص۲۲۹)

مسعود صاحب کی نقل کردہ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ "امام" لوگوں کے حکمران کو کہتے ہیں۔

"راع" کا مفہوم: مسعود صاحب نے لکھا:

"اس حدیث میں لفظ راع استعمال ہوا ہے۔ اس کے معنی درج ذیل ہیں:

(۱) اسم فاعل و کل من ولی امر قوم، و فی الاصطلاح هو المتحق فی معرفة الامور السياسة المتعلقة بالمدنية المتمكن علی تدبير النظام الموجب لصلاح العالم (محیط المحیط قاموس مطول للغۃ العربیۃ ص۳۴۱)

ترجمہ (یہ لفظ رعایۃ سے) اسم فاعل (ہے، اس سے مراد) ہر وہ شخص ہے جو کسی قوم کے امر کا والی ہو اور اصطلاح میں (اس سے مراد وہ شخص ہے جو) مدنیت کے متعلق امور سیاست کو واجب اور قائم کرنے والا (ہو یا) جو صلاح عالم کے لئے انتظامی تدابیر پر قدرت رکھنے والا (ہو)... ہر وہ شخص جو کسی قوم کے امر کا والی ہو جیسے اُسقف (بادشاہ یا عالم) اور بطریک (سردار یا رئیس) (۳) والی، امیر... الغرض مندرجہ بالا تصریحات کے لحاظ سے "راع" کا صحیح ترجمہ حکمراں ہے۔ (امیر کی اطاعت ص۱۵ طبع جدید ص۱۸ آئینہ دار ص۲۲۹)

مسعود صاحب نے "راع" سے متعلق جو لغوی بحث کتبِ لغت سے نقل کی ہے اس سے چند امور واضح ہوتے ہیں:

۱: امام وہ ہے جو کسی قوم کے امر کا والی ہو۔

۲: امام وہ ہے جو مدنیت سے متعلق امور سیاست پر قدرت واستطاعت رکھنے والا ہو۔

۳: امام وہ ہے جو اصلاحِ عالم کے لئے انتظامی تدابیر پر قدرت رکھنے والا ہو۔

ایسے شخص کو لغتِ عرب میں "راع" کہتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ امام لوگوں پر "راع" مطلب حکمران ہوتا ہے۔ کیا رجسٹرڈ فرقہ کے امام میں ایسی قدرت و استطاعت پائی جاتی ہے؟ یقیناً نہیں پائی جاتی تو پھر یہ کس بنیاد پر "امام" ہونے کا دعویٰ

کرتے ہیں؟ بہر حال حدیث بالا، لغوی بحث اور خود اپنی ہی تصریحات و توضیحات کے مطابق یہ لوگ مخالفتِ حدیث پر کمر بستہ اور مصر ہیں۔

اگر یہ لوگ واضح غلط بیانی کے مرتکب ہو کر یہ کہہ دیں کہ ہمارے امام امیر فرقہ رجسٹرڈ میں یہ ساری صلاحیتیں موجود ہیں تو پھر ہم ان سے پوچھنے میں حق بجانب ہوں گے کہ پھر وہ اپنے ملک کم از کم اپنے شہر کراچی سے شرک و بدعات کا قلع قمع کیوں نہیں کرتے؟ اقامتِ صلاۃ و زکوۃ کیوں نہیں کرتے؟ فحاشی و عریانی کے ٹھکانے ختم کیوں نہیں کراتے؟ ظلم و جور کے غیر اسلامی نظام کا خاتمہ کیوں نہیں کرتے؟ یقیناً یہ سب کچھ ان کے بس کی بات نہیں کہ فی الحال یہ اس پر اختیار نہیں رکھتے تو اس کا واضح مطلب یہی ہوا کہ رجسٹرڈ فرقے کا امام بھی دیگر جماعتوں اور تنظیموں کے امام کی طرح بے بس و مجبور اور محکوم ہی ہے، راع یعنی حکمران نہیں۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ امام ''راع'' مطلب حکمران ہوتا ہے۔ جب یہ تمام تنظیموں کے امراء حکمران نہیں تو لوگوں کے امام بھی نہیں ہیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

جب ان کے سامنے یہ حدیث رکھی جائے تو کہتے ہیں: اس حدیث میں آگے یہ بھی بیان ہوا ہے کہ ''مرد اپنے اہل بیت پر حکمران ہے اور اس سے اس کے اہل بیت کے متعلق باز پرس ہوگی۔ عورت اپنے شوہر کے اہل بیت اور اس کی اولاد پر حکمران ہے۔ ان کے پاس بھی تو حکومت نہیں ہوتی۔''

جواب: بلاشبہ حدیث میں یہ باتیں بھی ہیں، لیکن غور سے دیکھئے اس میں جن لوگوں کو جس چیز کا حکمران بتایا گیا ہے ان کا دائرہ حکومت بھی بیان فرما دیا گیا۔ مرد اپنے گھر والوں پر حکمران اس گھر والوں پر معروف میں اس کی اطاعت لازم ہے۔ گھر سے باہر والوں پر نہیں اس طرح دیگر مذکور لوگوں کا معاملہ ہے۔ مگر امام تو تمام لوگوں پر حکمران ہوتا ہے اس کا دائرہ کار اور حکومت محدود نہیں وسیع ہے۔ جو دیگر نصوص سے ثابت ہیں، ان شاء اللہ وہ عنقریب بیان کی جائیں گی۔

حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

امام محمد بن وضاح القرطبی رحمہ اللہ

امام قاری محمد بن وضاح القرطبی رحمہ اللہ کا مختصر اور جامع تذکرہ درج ذیل ہے:

نام ونسب: ابوعبداللہ محمد بن وضاح بن بزیع المروانی القرطبی الاندلسی رحمہ اللہ۔

ولادت: ۱۹۹ھ

اساتذہ: احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن المدینی، ابوخیثمہ زہیر بن حرب، سعید بن منصور وغیرہم سے ملاقات کی اور ابوبکر بن ابی شیبہ، ابراہیم بن المنذر، حارث بن مسکین، زہیر بن عباد، سحنون بن سعید اور محمد بن رمح وغیرہم سے روایات بیان کیں۔ رحمہم اللہ

تلامذہ: احمد بن خالد بن الحباب، اصبغ بن مالک، قاسم بن اصبغ، محمد بن عبدالملک بن ایمن، محمد بن لبابہ، محمد بن مسور اور وہب بن مسرہ وغیرہم۔ رحمہم اللہ

توثیق ومناقب: آپ کی توثیق وتعریف پر بعض حوالے درج ذیل ہیں:

۱: ابن الجزری (محمد بن محمد بن محمد م ۸۳۳ھ) نے فرمایا:

"إمام زاهد ثقة" (غایۃ النہایہ فی طبقات القراء ۲/۲۷۵ ت ۳۵۱۸)

۲: ابن عبدالبر (م ۴۶۳ھ) نے اُن کی سند سے ایک حدیث بیان کی اور فرمایا:

"و هذا حديث صحيح الإسناد، لا يختلف في صحته."

اور یہ حدیث صحیح السند ہے، اس کے صحیح ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ (التمہید ۱/۲۸۲)

۳: ابن حزم اندلسی (م ۴۵۶ھ) نے محمد بن وضاح کی بیان کردہ ایک سند کے بارے میں کہا: "وهذا سند كالشمس في الصحة."

اور یہ سند صحیح ہونے میں سورج کی طرح ہے۔ (المحلی ۷/۲۸۵ مسئلہ ۹۱۹)

۴: حافظ ابن حجر العسقلانی نے ابن حزم کی سند سے ایک اثر بیان کیا جس میں محمد بن وضاح ہیں اور ابن حزم سے نقل کیا: "هذا خبر صحيح" (تغلیق التعلیق ۵/۲۹۷)

حافظ ابن حجر نے حافظ ابن حزم کی مخالفت نہیں کی لہٰذا یہ اُن کی طرف سے ابن حزم کی موافقت ہے۔

۵: حافظ ذہبی نے فرمایا:

" قلت: هو صدوق في نفسه " (میزان الاعتدال ۴/۵۹ ت ۸۲۹۰)

اور فرمایا: " الإمام الحافظ محدث الأندلس " (سیر اعلام النبلاء ۱۳/۴۴۵)

نیز فرمایا: " الحافظ الكبير " (تذکرۃ الحفاظ ۲/۶۴۶ ت ۶۷۰)

۶: ابن فرحون المالکی نے کہا:

" وكان إمامًا ثبتًا عالمًا بالحديث بصيرًا به متكلمًا على علله ، كثير الحكايات عن العباد، و رعًا فقيرًا زاهدًا متعففًا، صابرًا على الإسماع محتسبًا في نشر علمه، سمع الناس منه كثيرًا و نفع الله به أهل الأندلس "

اور وہ ثقہ امام، حدیث کی بصیرت رکھنے والے عالم، علل حدیث پر کلام کرنے والے، عبادت گزار یعنی نیک لوگوں کے بارے میں بہت سی حکایتیں بیان کرنے والے، پرہیز گار، فقیر زاہد، پاک دامن تھے۔ آپ حدیث پڑھانے میں صابر (اور) علم حدیث کی اشاعت میں نیک نیتی سے ثواب کے طلبگار تھے۔ لوگوں نے آپ سے بہت سا علم سنا اور اللہ نے آپ کے ذریعے سے اندلس والوں کو فائدہ پہنچایا۔ (الدیباج المذہب ص ۳۳۸ ت ۴۵۱)

۷: ابن مفرج نے آپ کے مناقب پر ایک کتاب لکھی ہے۔ (الدیباج المذہب ص ۳۳۸)

☆ ابو سعید ابن یونس المصری نے کہا: " معروف مشهور "

(تاریخ دمشق لابن عساکر ۵۶/۱۸۲)

☆ سلیمان بن خلف الباجی نے کہا: "مشهور ، رحل في طلب العلم ."

(ایضاً ص ۱۸۲)

۸: محمد بن فتوح الحمیدی (م ۴۸۸ھ) نے فرمایا:

" من الرواة المكثرين والأئمة المشهورين " (جذوۃ المقتبس ص ۸۷ ت ۱۵۲)

۹: سیوطی نے کہا: " هو الحافظ الكبير..." إلخ (طبقات الحفاظ ص۲۸۷ ت ۶۴۲)

۱۰: ابن العماد الحنبلی نے کہا: " الحافظ الإمام ... و كان فقيراً زاهداً قانتاً لله، بصيراً بعلل الحديث. " (شذرات الذہب ۲/۱۹۴، وفیات ۲۸۶ھ)

۱۱: ابن القطان الفاسی نے محمد بن وضاح کی بیان کردہ ایک حدیث کو " إسناداً صحيحًا" کہا۔ (بیان الوہم والایہام ۲/۲۲۴ ح ۲۲۳۵، نصب الرایہ ۱/۱۱۳)

۱۲: زیلعی حنفی نے ابن القطان کا قول نقل کر کے اس کی تردید نہیں کی۔ (نصب الرایہ ۱/۱۱۳)

۱۳: محمد بن وضاح کے شاگرد قاسم بن اصبغ نے بھی ان کی حدیث کو " هذا أحسن شيء" قرار دیا۔ (نصب الرایہ ۱/۱۱۴، بیان الوہم والایہام ۵/۲۲۵ وغیرہما)

جرح: آپ کے بارے میں جرح کی تحقیق درج ذیل ہے:

☆ ابوالولید عبداللہ بن محمد بن یوسف الازدی یعنی ابن الفرضی (م۴۰۳ھ) نے لکھا ہے:

احمد (بن محمد بن عبدالبر م ۳۳۸ھ) نے کہا: احمد بن خالد (بن یزید یعنی ابن الحباب: الحافظ المتقن) ان (اپنے استاذ محمد بن وضاح) کی بہت تعظیم کرتے تھے اور اندلس میں کسی کو بھی ان پر مقدم نہیں کرتے تھے، وہ ان کی فضیلت، عمل اور پرہیزگاری بیان کرتے تھے۔ اِلا یہ کہ وہ ان پر اس بات میں انکار کرتے تھے کہ وہ بہت سی حدیثیں رد کر دیتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ نبی ﷺ کا کلام نہیں ہے، حالانکہ وہ حدیث ثابت ہوتی تھی اور ان کی بہت غلطیاں محفوظ کی گئی ہیں، کئی چیزوں میں وہ غلطیاں کرتے تھے اور تصحیف کے ساتھ بیان کر دیتے تھے۔ ان کے پاس نہ عربی کا علم تھا اور نہ فقہ کا علم تھا۔

(تاریخ العلماء والرواۃ لابن الفرضی ۲/ ۱۸۔۱۹ ت ۱۱۳۶)

یہ جرح دو وجہ سے مردود ہے:

۱: ابن الفرضی ۳۵۱ھ میں پیدا ہوئے اور احمد مذکور ۳۳۸ھ میں فوت ہو گئے تھے، لہٰذا یہ سند منقطع ہے۔

اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ یہ احمد بن محمد بن عبدالبر کی کسی کتاب میں ہے تو اصل کتاب

سے مکمل حوالہ پیش کرے۔

۲: یہ جرح جمہور کی توثیق کے خلاف ہے اور خاص کی عام پر تقدیم کے بعد جمہور کی توثیق کے خلاف ہر جرح مردود ہوتی ہے، اسی طرح جمہور کی جرح کے خلاف ہر توثیق مردود ہوتی ہے۔

☆ ابن عبدالبر نے لکھا ہے: کہ عبداللہ الامیر بن عبدالرحمٰن بن محمد الناصر کہتے تھے کہ ابن وضاح نے ابن معین پر کذب (یعنی خطا) کا ارتکاب کیا ہے۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ۲/ ۲۰۸ ح ۱۱۳۴، لسان المیزان ۵/ ۴۱۷)

اگر عبداللہ سے مراد عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن بن الحکم الاسدی ہے تو وہ ۳۰۰ھ کو فوت ہوا اور ابن عبدالبر ۳۶۸ھ میں پیدا ہوئے، لہٰذا یہ روایت سنداً منقطع و مردود ہے۔

اگر اس سے مراد کوئی دوسرا شخص ہے تو مجھے اس کے حالات نہیں ملے، المختصر یہ کہ یہ جرح بھی باسند صحیح ثابت نہیں۔

خلاصۃ التحقیق: امام محمد بن وضاح رحمہ اللہ ثقہ وصدوق راوی ہیں۔

ایک جاہل دیوبندی ابوبکر غازیپوری نے مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ پر حدیثِ مصافحہ کے سلسلے میں اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے:

''مولانا کا اس حدیث کو صحیح قرار دینا محض تعصب کی بنیاد پر ہے، ورنہ اس حدیث کی سند کا ایک راوی محمد بن وضاح ہے جس کو کسی نے ثقہ نہیں کہا ہے، ابن الفرض کو اس پر سخت کلام ہے، اس کا بڑا مرض یہ تھا کہ حدیث رسول کو اپنی عقل کے پیمانہ سے ناپتا تھا جس حدیث اس کی عقل قبول نہ کرتی اس کا وہ انکار کر دیتا تھا، ابن الحباب اس کی عقل وغیرہ کی تعریف کرتے تھے مگر احادیث رسول ﷺ کو جو وہ رد کیا کرتا تھا اس پر اس کی نکیر کرتے تھے، مزید تفصیل آئندہ حاشیہ میں دیکھئے۔'' (ارمغان حق ج ۱ ص ۱۱۱، حاشیہ)

غازیپوری دیوبندی نے مزید لکھا ہے:

''مولانا نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، مگر اس کا ایک راوی محمد بن وضاح ہے، اس کو کسی

نے صراحۃً ثقہ نہیں کہا ہے، اس کا حال یہ تھا کہ بہت سی ثابت حدیثوں کو رد کر دیتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ نبی کا کلام نہیں ہے، بہت خطا کار تھا اس سے غلطیاں بہت واقع ہوتی تھیں صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح کرتا تھا نہ اسے عربیت کا علم تھا اور نہ فقہ کی جانکاری تھی، دیکھو سیر اعلام النبلاء ج ۲ ص ۴۴۵، میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۹، افسوس مولانا مبارکپوری نے ان تمام باتوں کو چھپایا اور اس کو ثقہ قرار دیا، بھلا ایسا راوی جس حدیث میں ہو وہ حدیث بھی قابل احتجاج قرار پائے، تعجب ہے۔'' (ارمغان حق ا/ص ۱۱۵، حاشیہ)

عرض ہے کہ ابن الفرضی کی بیان کردہ جرح باسند صحیح ثابت ہی نہیں تو اس پر غازیپوری کا بنا ہوا سارا تانا بانا فنا ہوا اور رہا غازیپوری کا یہ کہنا کہ ''جس کو کسی نے ثقہ نہیں کہا ہے'' اور ''اس کو کسی نے صراحۃً ثقہ نہیں کہا ہے'' امام ابن الجزری کی توثیق اور ابن عبدالبر و ابن حزم وغیرہما کی تصحیح کے بعد یہ اعتراض بھی غلط و مردود ہے۔

حدیثِ مصافحہ درج ذیل ہے:

''**ترون يدي هذه صافحت بها رسول الله ...**'' عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میرا یہ ہاتھ دیکھتے ہو، میں نے اس کے ساتھ رسول اللہ (ﷺ) سے مصافحہ کیا تھا۔

(التمہید لابن عبدالبر ۱۲/ ۲۴۷ وسندہ صحیح أو حسن لذاتہ)

تنبیہ: قاسم بن اصبغ کا اختلاط کے بعد احادیث بیان کرنا ثابت نہیں اور محدثین کی تصحیح سے یہی ظاہر ہے کہ عبدالوارث بن سفیان کا ان سے سماع اختلاط سے پہلے کا ہے۔

یاد رہے کہ یہ وہی محمد بن وضاح ہیں، جن کی کتاب ''البدع والنہی عنہا'' سے محمد طاہر پنجپیری (مماتی دیوبندی) نے بھی استدلال کیا ہے۔ (دیکھئے ضیاء النور ص ۱۷)

تصانیف: انھوں نے کئی کتابیں لکھیں۔ مثلاً:

البدع والنهي عنها، القطعان، ماجاء في الحديث في النظر إلى الله تعالى وغير ذلك .

وفات: ۲۸۶ھ رحمہ اللہ (۲۸/ مارچ ۲۰۱۳ء)

حافظ شیر محمد الاثری

اِنابت (قسط:۱)

شریعت اسلامیہ میں انسانوں کی راہنمائی کے لئے مختلف ذرائع و اسباب موجود ہیں۔ جب ایک انسان ان ذرائع و اسباب کو اپنا لیتا ہے تو وہ راہِ ہدایت پر گامزن ہو جاتا ہے اور جب ان اسباب کو ترک کر دیتا ہے تو وہ راہِ ہدایت سے بھٹک جاتا ہے۔ جب وہ راہِ ہدایت سے بھٹک جائے تو اس کے لئے فوز و فلاح کے بجائے وعد و وعید اور عذاب ہوتا ہے۔

تاریخِ اسلام گواہ ہے کہ جن لوگوں نے اسلام کے بتائے ہوئے اسباب کو اختیار کیا تو انھوں نے فوز و فلاح اور کامیابی حاصل کی اور وہ لوگ بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہوئے۔

انھی اسباب و ذرائع میں سے ایک سبب انابت بھی ہے۔ انابت کا مادہ ن ۔ و اور ب ہے۔ جس کے معنی الرجوع الی الطاعۃ کے ہیں۔ دیکھئے لسان العرب (ج ۱ ص ۷۷۵)۔

اردو میں اس کے معنی کسی شے کی طرف رجوع کر کے اس کا عادی ہونا۔ جب نــاب إلی اللّٰہ کہا جائے تو اس کا معنی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے اس پر قائم رہنا، اطاعت کرتے رہنے کا ہے۔ دیکھئے القاموس الوحید (ص ۱۷۲۱)

انابت انسانوں کی راہنمائی کے لئے ایک ایسا ذریعہ ہے کہ جس کو اختیار کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ وَ اَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ﴾

اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس ہی کے لئے فرمانبردار ہو جاؤ اس سے پہلے کہ تمھیں عذاب آجائے، پھر تمھاری مدد نہیں کی جائے گی۔ (۳۹/الزمر:۵۴)

انابت انبیاء کی صفت

انبیاء کی صفات میں سے ایک صفت انابت بھی ہے۔ انبیاء اپنی اپنی امتوں کو انابت کا درس بھی دیتے تھے اور خود بھی فرمایا کرتے تھے کہ ہم اللہ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی صفت انابت: سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی صفات اللہ تعالیٰ نے اپنے قرآن مجید میں بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اِنَّ اِبۡرٰهِيۡمَ لَحَلِيۡمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيۡبٌ﴾

بے شک ابراہیم (علیہ السلام) نہایت بردبار، بہت آہ وزاری کرنے والے، رجوع کرنے والے ہیں۔ (۱۱/ھود:۷۵)

سیدنا شعیب علیہ السلام کی صفت انابت: اللہ تعالیٰ نے سیدنا شعیب علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿اِنۡ اُرِيۡدُ اِلَّا الۡاِصۡلَاحَ مَا اسۡتَطَعۡتُ ؕ وَمَا تَوۡفِيۡقِىۡۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَاِلَيۡهِ اُنِيۡبُ﴾ میں تو اصلاح کے علاوہ کچھ نہیں چاہتا، جس قدر کر سکوں اور میری توفیق اللہ کے سوا کسی سے نہیں، میں نے اُسی پر توکل کیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔ (۱۱/ھود:۸۸)

سیدنا داود علیہ السلام کی صفت انابت: اللہ تعالیٰ نے سیدنا داود علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: ﴿ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ﴾ اور وہ رکوع کرتے ہوئے نیچے گر گیا اور اس نے رجوع کیا۔ (۳۸/ص:۲۴)

سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت انابت: اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا: ﴿وَمَا اخۡتَلَفۡتُمۡ فِيۡهِ مِنۡ شَىۡءٍ فَحُكۡمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّىۡ عَلَيۡهِ تَوَكَّلۡتُ وَاِلَيۡهِ اُنِيۡبُ﴾ اور جس چیز میں تم نے اختلاف کیا سو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے، یہی اللہ میرا رب ہے جس پر میں نے توکل کیا اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔ (۴۲/الشوریٰ:۱۰)

انابت سے ہدایت ملتی ہے

انابت ایک ایسا عمل ہے کہ جس آدمی میں ہو اُسے اللہ رب العزت ہدایت عطا کر دیتا ہے اور ہدایت کا ہر انسان محتاج ہے۔ بلکہ مسلمان اپنی نماز میں ہدایت کا سوال کرتا ہے کہ ﴿اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ﴾ (اے اللہ!) ہمیں سیدھی راہ دکھا۔ (۱/الفاتحہ:۵)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اَللّٰهُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ﴾ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے چن لیتا ہے اور وہ ہدایت اُس کو دیتا ہے جو انابت اختیار کرتا ہے۔

(۴۲/الشوریٰ:۱۳)

دوسرے مقام پر ارشادِ ربانی ہے: ﴿قُلْ اِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ اَنَابَ﴾ کہہ دیجئے! یقیناً اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور ہدایت اُسے دیتا ہے جو رجوع کرتا ہے۔ (۱۳/الرعد:۲۷)

معلوم ہوا کہ انابت ہدایت کا بہترین ذریعہ ہے، اگر آدمی رجوع الی اللہ کرنے والا بن جائے تو اللہ رب العزت کی رحمت اسے ڈھانپ لیتی ہے اور وہ بہت سی برائیوں اور گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

قربانی کے ایام

لاہور سے شائع ہونے والے ایک جریدے محدث (دسمبر ۲۰۱۳ء) میں ایک مضمون: ''عیدالاضحیٰ پر قربانی کے ایام چار ہیں!'' شائع ہوا ہے، جس کا رد پہلے سے انٹرنیٹ پر موجود ہے۔

ہمارے علم کے مطابق ابھی تک اس کا جواب الجواب نہیں آیا اور یہ واضح ہے کہ صحیح احادیث و آثار سے قربانی کے چار ایام ثابت نہیں ہیں۔

مزید تحقیق کے لئے دیکھئے فتاویٰ علیہ المعروف توضیح الاحکام (۱/۱۷۵)

ابوابراہیم تنویر الحق ہزاروی

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی فضیلت

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:((يأتي بين العلماء يوم القيامة برتوة.))
وہ (معاذ رضی اللہ عنہ) قیامت کے دن علماء کے درمیان شرف وعزت کے ساتھ آئیں گے۔
(تاریخ المدینۃ المنورۃ ۳/۸۸۶۔۸۸۷، واسنادہ صحیح)

ابوالعجفاء ھرم بن نسیب کے بارے میں یحییٰ بن معین نے فرمایا: "ثقة"
(کتاب الجرح والتعدیل ۹/۱۱۰، واسنادہ صحیح)

اور حاکم نے فرمایا:" هو من الثقات " (المستدرک ۲/۱۷۶ ح ۲۷۲۵)

روزِ قیامت تمام علماء کے درمیان شرف وعزت سے آنے والے جلیل القدر صحابی سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کے دو قول بطور فائدہ اور بطورِ ردِ آلِ تقلید پر پیشِ خدمت ہیں:

۱) " أمازلة عالم فإن اهتدى فلا تقلدوه دينكم ."
رہی عالم کی غلطی تو (سنو!) اگر عالم حق پر بھی ہو تو اپنے دین میں اس کی تقلید نہ کرو۔
(کتاب الزہد للامام الوکیع بن الجراح ص ۸۵، واسنادہ حسن لذاتہ)

۲) " يوشك قائل يقول فما للناس لا يتبعوني و قد قرأت القرآن ! والله ما هو بمتبعي حتى ابتدع لهم غيره فإياكم و ما ابتدع فأن ما ابتدع ضلالة."
قریب ہے کہ کوئی کہنے والا کہے گا: لوگوں کو کیا ہو گیا کہ وہ میری بات نہیں مانتے، حالانکہ میں نے یقیناً قرآن پڑھا ہے۔ اللہ کی قسم! یہ لوگ تب تک میری بات نہیں ماننے والے جب تک کہ میں ان کے لئے کوئی اور بدعت نہ ایجاد کر لوں۔ سو لوگو! تم اس بدعتی اور اس کی ایجاد کردہ بدعت سے بچو۔ اس نے جو بدعت ایجاد کی ہوگی وہ یقیناً گمراہی ہے۔
(المعرفۃ والتاریخ للفسوی ۲/ک ۳۷۱ واسنادہ صحیح، سنن ابی داود: ۴۶۱۱)

Monthly **AlHadith** Hazro

ہمارا عزم

- قرآن وحدیث اور اجماع کی برتری
- سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار
- صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت
- صحیح وحسن روایات سے استدلال اور ضعیف و مردود روایات سے کلی اجتناب
- اتباع کتاب وسنت کی طرف والہانہ دعوت
- علمی، تحقیقی و معلوماتی مضامین اور انتہائی شائستہ زبان
- مخالفین کتاب وسنت اور اہل باطل پر علم و متانت کے ساتھ بہترین و بادلائل رد
- اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث
- دینِ اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع
- قرآن وحدیث کے ذریعے اتحادِ امت کی طرف دعوت

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ''الحدیث'' حضرو کا بغور مطالعہ کر کے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں، ہر مخلصانہ اور مفید مشورے کا قدر وتشکر